

This PDF you are browsing is in a series of several scanned documents containing the collation of all research material of Prof. Kul Bhushan Mohtra ji.Mohtra ji is currently the State Incharge Library and Documentation Department, J&K BJP Headquarters, Nanaji Deshmukh Library..This material was gathered while he was working on his multiple books on J&K History.All this rare material is now offered to the Community freely.

CV:

Kul Bhushan Mohtra was born on 9th Sep, 1957 in a village Amuwala in Kathua district.

Matric from BOSE, Jammu and Adeeb from AMU. Has been awarded Honorary Professor by School of Liberal Art & Languages, Shobhit University, Gangoh, Distt. Saharanpur, U.P.

Director General, Raja Ram Mohan Roy Library Foundation nominated him as his nominee in the Committee for purchasing of Books for UT Jammu & Kashmir. Incharge of Nanaji Deshmukh Library & Documentation Department at BJP state HQ in J&K.

Actively engaged in political, social, charitable and religious activities. Always striving to serve the poor and downtrodden of the society.

Main works-

A saga of Sacrifices: Praja Parishad Movement in J&K

100 Documents: A reference book J&K, Mission Accomplished

A Compendium of Icons of Jammu & Kashmir & our Inspiration (English)

Jammu Kashmir ki Sangarsh Gatha (Hindi)

2 l

EXERCISE NOTE BOOK

Paper Orient Bajaj Nagar

GATTA : 14 QZ

SIZE : 50 x 75

Pages : 144 Price : 12-00

WET. 58 GRAM

Subash Singh Samba [illegible] 99060 33483 [illegible]

S/o Karnail Singh [illegible] Kulbir Singh Sangral Sanik [illegible]

ہم نے تقریباً بیس سال سے پہلے مسلم کانفرنس کے نام سے پھر نیشنل کانفرنس کے نام سے سینکڑوں قربانیاں
دے کر آزادی آزاد رہنے کیلئے حاصل کی تھی کسی کے غلام بننے کیلئے نہیں دفعہ 370 جس کے تحت مرکزی
سرکار کے پاس ریاست کے بارے میں صرف تین ہی اختیارات ہیں ایک بدیشی طاقت
سے ریاست کی حفاظت دو بدیشی معاملات تین سنچار کا محکمہ نہ یہاں سپریم کورٹ
کا کوئی دخل ہے نہ ہی الیکشن کمیشن کا دائرہ اختیار ہٹنے کے لیے فنڈ ادا نہ کرنے
مرکز کی ذمہ داری ہے ہمارے کو یہاں اور کیسے خرچ کیا گیا یہ پوچھنے کا کوئی حق نہیں
راشٹرپتی ہماری ریاست پر گورنر مقرر نہیں کر سکتا یہاں صدر ریاست ہوگا جو ہماری
اسمبلی چنے گی راشٹرپتی کا صدر ریاست پر کوئی کنٹرول نہیں ہوگا ریاست کے باہر کا کوئی
I.A.S یا I.P.S افسر مرکز یہاں نہیں مقرر کر سکتی ریاست کا اپنا ودھان ہوگا
اپنا ہی نشان ہوگا اور یہاں اپنا ہی پردھان یعنی پرائم منسٹر ہوگا ہم اپنی ریاست کے خود مالک
ہیں اور خود ہی مالک رہیں گے ہم کشمیری خود مختار ہیں اور ہماری خود مختاری قائم رہیگی
یہ تھی وہی تقریر ۱۷ جون 1953 کی اس کو اخبار خدمت میں پڑھ کر بیکلی جو شیخ عبداللہ
نے جامع مسجد میں پبلک کے سامنے کی تھی کچھ سپاہیوں کی زبانی یہ بھی سنا کہ بخشی غلام محمد
جو ریاست میں ڈپٹی پرائم منسٹر ہیں وہ شیخ کے ساتھ منچ سٹیج پر نہیں بلکہ زمین پر دیگر جنتا
کی طرح بیٹھا تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ شیخ اور بخشی کے درمیان کچھ اختلافات
ہیں شاید شیخ ریاست کا خود مختار نواب بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں ۱۹ جون 1953
آج پھر بہت ہی بارش ہونے سے موسم بڑا اچھا و سہانا لگ رہا ہے مگر ہمارے ساتھی جو سنگین کوٹھڑیوں
میں بند ہیں نہ ہی ان کو روشنی اور نہ ہی ہوا میسر ہوتی تھی آج خدمت اخبار کا
پرچہ جو ہم دفعہ 3 کے تحت نظر بند قیدیوں کو سپیشل کلاس ملنے کی وجہ سے ملنے لگا تھا
پڑھا جس میں کشمیر میں بدلتے ہوئے حالات کے تحت بہت سی گرفتاریاں

ہونی شروع ہوگئیں ہیں پھر رہی ہیں۔ مجھے کچھ لوگ پولیٹیکل کانفرنس کے جھنڈے لے کر جلوس نکال کر گرفتار ہوتے جا رہے ہیں ہندوستان کی فوج واپس لے جاؤ بلکہ ہندوستان کو بھگا دو رہا ہے۔ سب مارنے نعرے کرائی جا رہی ہیں نہیں چاہیے ہندوستان کی فوج اور ہندوستان کا روپیہ جو لوگ پکڑے گئے ان میں غلام محی الدین قرہ، عبداللطیف اور محمد امین نظامی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس قسم کے نعرے شیخ نے آج سے ۱۱ روز پہلے جمعہ کی نماز میں جامع مسجد میں لگائے تھے۔ اسی دن بخشی غلام محمد کا بھی ایک بیان اخبار میں آیا تھا کہ جو لوگ جب کشمیر چاروں طرف سے دشمن سے گھرا ہوا تھا اور اب بھی گھرا ہوا ہے آزادی کے خواب دیکھ رہے ہیں یا تو وہ خود پاگل ہیں یا جنتا کو پاگل بنانے کی کوشش میں لگے ہیں۔

18 مئی

جب پولیٹیکل کانفرنس والے اس قسم کے نعرے دینے لگے ادھر شیخ نے بھی بھارت کے خلاف بیان دینے شروع کئے حالت دن بدن خراب ہونے لگی۔ ~~[illegible]~~ ۵ مارچ ۴۸ ہم لوگ راجوری کے رہنے والے ہیں یہیں سے بات شروع کرنے لگا ہوں۔ اندر پرکاش جی میرپور نوشہرہ میں سال ۴۷ کے لگ بھگ جب میرپور میں پاکستان کی شہ پر قبائلی لوگوں نے داخل ہو کر قتل و غارت شروع کر دیا تو یہ ہندو لوگ وہاں سے جان بچا کر بھاگے اب نوشہرہ میں آباد ہیں سال ۴۷ میں میرپور اور راجوری میں ان لوگوں پر کیا بیتی اس کی کہانی بالتفصیل انہوں نے سنائی ان پر کئے گئے اتیاچار اور دل ہلا دینے والی داستان کو سن کر سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے ہم سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے چونکہ یہ داستان کافی لمبی اور درد بھری ہے میں کوشش کروں گا کہ اس سارے واقعے کو بالتفصیل آپ لوگوں کے سامنے پیش کروں جیسا کہ مجھے اس دوست کی زبانی معلوم ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ

پہرہ دار میں بیٹھ کر ظلم کی پوری کہانی آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ابھی شہری اندر پیر تاش
کی بات جاری ہی تھی کہ جیل میں کوئی نئی بات ہوتی دکھائی دینے لگی جیل کا سارا سٹاف
اور پہرہ دار دوڑنے لگے پہلے ہم سب کے سب قیدیوں کو ایک دم بیرکوں میں بند کر دیا اور جو چار
لوگ بندی صاف کرنے کے لئے کچن میں گئے تھے ان کو بھی ایک دم کچن سے نکال بیرکوں میں
لا کر بند کر دیا گیا کسی بھی آدمی کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی دیکھا کھڑکیوں سے دیکھا
پہرہ دار اور دارو غہ ان لوگوں کو سب باتیں اور بگل ڈھنڈورا تھا جیل کے بڑا پھاٹک اسٹے باہر
جا رہے ہیں ایسے جان پڑتا تھا مانو جیل کے باہر ایک اور جیل بنائی جا رہی ہے یہ سارا
سامان شاید دوسری کسی اور جیل کے قیدیوں کے لئے جا رہا ہے یہ بھی خبر ملی کہ کٹھوعہ میں
پولیٹکل کانفرنس والوں کے جلوس اور [illegible] جن میں بھارت کے خلاف نعرے لگائے جا رہے
نعروں کی وجہ سے جو تھوڑے بہت سپاہی یہاں دوسری ریاستوں سے آئے تھے وہ واپس
واپس جانے شروع ہو رہے ہیں آج لال سنگھ اینڈ سنز [illegible] کے اندو مالکم۔ سردار سنگھ
جے دیو سنگھ تو ڈوگرہ [illegible] سالانہ [illegible] والے اپنی دیش [illegible] واپس جموں جا رہے ہیں انہوں
نے کر دیا پہلے بہت شور مچایا مگر ان کی آواز کسی نے نہیں سنی شام کو پتہ چلا کہ دلی سے کچھ
لوگ اور دعا [illegible] شنکر ترپاٹھی وغیرہ سری نگر عدالت میں ڈاکٹر [illegible] کا کیس لڑنے کے لئے
آئے ہیں 8 ساڑھے آٹھ بجے تک ساتھ بیٹھے [illegible] بڑا [illegible] میلہ لگتا ہے جس میں
شروع ہو گیا بڑی بڑی دور (دور سے) پنجاب اور پشاور تک کے لوگ [illegible] بابا کو دیا کی
سمادھ پر [illegible] ٹیکنے آیا کرتے تھے مگر اب وہ رونق نہیں ہوتی۔ یہ روزنامہ اخبار خدمت
سے پتہ لگا تھا کہ شیخ کا [illegible] سرکار کے خلاف بیان دینے سے کشمیری پنڈتوں کے دلوں
میں بھی خوف طاری ہو رہا تھا۔ جس کی وجہ سے پنڈت سپاہی ایک دم بدلنے لگے اور پہلے
ہم لوگوں سے بڑی بدتمیزی سے پیش آتے تھے اب بڑے پیار اور ہمدردی سے

بات چیت کرنے لگے ایک دو سپاہی نے تو یہاں تک کہا اب ہمارا کیا بنے گا لیکن ہاں تو یہ
اندازہ ہو گیا آپ شیخ کی تانا شاہی کے خلاف کر رہے ہیں ہم دلی طور آپ کے ہمدرد ہیں
سے متفق ہیں یہ ہے ہم کشمیری پنڈتوں کی آبادی کشمیر وادی میں بہت تھوڑی ہے
لیکن اب شیخ جو تو اب بننے کا خواب دیکھ رہا ہے جس طرح اس نے ڈوگرہ راج کو ختم کر دیا
وہ ہم کشمیری پنڈتوں کو بھی کشمیر میں نہیں رہنے دیگا ہم [illegible]
ہم سپاہی ہوتے ہوئے آپ کی کچھ امداد کرنا چاہیں تو بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے اوپر
کے تمام حاکم مسلمان ہیں۔ ان کی باتیں سن کر میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ کشمیری پنڈتوں کا
کیا بنے گا سوچ ان کی حالت پر رحم بھی آیا لیکن کر سکتے تھے۔ سپتال کے 2 کمرے میں
اور کمرے کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ اور بھی تھا ایک دن میری نظر اٹھی دیکھا اس
کمرے میں 2 بے جان لاشیں پڑی ہیں معلوم ہوتا ہے یہاں پڑی سڑ رہی ہیں پوچھا تو پتہ لگا
دو بے جان لاشیں ہی ان میں کچھ حرکت ہوئی تو جان پڑا یہ لاشیں نہیں زندہ انسان ہیں
بدن کے روئیں کھڑے ہو گئے ان میں سے ایک مظفرآباد کا مسلم قیدی ہے جو 1947 میں
حملہ کرنے والے حملہ آوروں میں سے گرفتار کیا گیا تھا بہت بھیانک چہرہ دیکھ کر ایسا زمانہ
لگتا کہ یہ کبھی ہٹا کٹا نوجوان ہوگا جیسا کہ اس کے ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھ اندازہ لگایا
جا سکتا تھا اس کے چہرے پر بڑی بڑی داڑھی اور آنکھیں جنہیں دیکھ انسان پر دہشت طاری
ہو جاتی تھی لیکن اب وہ اٹھ بھی نہیں سکتا آتشک جیسے [illegible] نامراد مرض کے کارن اس کے
ٹانگ پیر میں زخم ہو کر اس سے لگاتار پیپ بہہ رہی ہے اور اس کے پورے جسم پر
مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں اس کمرے میں بدبو اتنی کہ وہاں کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا
نہ معلوم کب سے بستر پر پڑا ہوا تھا کی کھڑکیاں لگی رہی ہیں۔ ہے اس کے ساتھ ایک کشمیری
مسلمان قیدی بھی بستر پر پڑا ہے جو ٹی بی کے مرض سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا ہے

وہ بھی کسی ایسی ہی بیماری کا شکار رہے دونوں بڑی مایوس نظروں سے پہرہ داروں کو دیکھتے

رہتے ہیں مجھے ان کو دیکھ کر بڑی حیرانی ہوتی کہ ان دونوں کی جان نہ معلوم کتنی بے شرم ہے جو اس

سڑے گلے ڈھانچے کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتی - میں نے ایک دن چیف سے کہا بہتر ہے آپ ان دونوں

کو اٹھا باہر سڑک پر چھوڑ دیں تو قانون کا کیا بگڑے گا ہو سکتا ہے کہ باہر سڑک پر لاوارث

دیکھ کر کوئی ان کا علاج کروا سکے اور ان کی جان بچ جائے چیف نے کہا قانون میں اس بات

کی اجازت نہیں دیتا اتنا کہہ کر چیف چلا گیا میں نے سوچا یہ تو باہر نہیں جا سکیں گے مگر ان کی

لاشیں ایک دن ضرور باہر جائیں گی۔ میں نے کبھی آج تک کسی ڈاکٹر یا کمپونڈر کو بھی

ان کی طرف جاتے نہیں دیکھا یہ ہے انسان کا بنایا قانون جس کی نظروں میں ایک لاچار

انسان کی جان کی قیمت ایک سڑے گلے پھل کے سمان ہے جب کہ یہ جان دنیا بھر کی دولت خرچ

کرنے پر بھی نہیں مل سکتی۔ 9 مارچ کو میرزا اور بختی اکھڑ والا دونوں آپس میں

کسی ذرا سی بات پر لڑنے لگے بات تو کوئی خاص نہیں تھی مگر بیکار بیٹھے بیٹھے بڑا آدمی چڑچڑا

ہو جاتا ہے جیسے غلام محمد شفیع نے دونوں کو پکڑ الگ الگ سنگین کوٹھری میں بند کر دیا

شام کو جب چیف آیا تو پتہ لگتے ہی اس نے بختی کو سنگین کوٹھری سے باہر نکلوا

دیا اور میرزا کو بھی نکلوا کر دوسری بیرک میں داخل کروا دیا گیا۔ آج کچھ اور سیاسی

قیدی سنگین کوٹھریوں سے نکال کے اسی بیرک میں لائے گئے ان میں ایک تو

کفیل لبریشن کے قائد پونچھ کے - دھیان سنگھ نے بتایا 25 تاریخ کو کانگریس بلا عمر کفیل لبریشن

میں بہر حال بیرسٹر کا جلسہ ہو رہا تھا اس میدان میں جو ہمارے بیرک کے سامنے ہے جنتا بیٹھی جلسہ سن

رہی تھی ایسے ہی رہی ہوتی تو ایک دم پولیس نے بنا کسی وارننگ کے جلسہ سن رہی

جنتا پر ایک دم لاٹھیاں برسانی شروع کر دیں لوگوں کو بھاگنے کا موقع بھی نہیں دیا

سینکڑوں کے قریب لوگ زخمی ہو گئے جن میں بچے اور بوڑھے بھاگتے ہوئے لوگوں کے پاؤں تلے
کچلے گئے بھاگتے ہوئے لوگوں کے پیچھے پولیس والے دھڑا دھڑ لاٹھیاں برسا رہے تھے
جو لوگ بازار سے دور دراز گاؤں سے سودا خریدنے آئے تھے وہ بھی لاٹھیوں کی
مار سے نہیں بچ سکے اس دن شام تک 33 آدمیوں کو پکڑ کے تھانہ میں حوالات میں
بند کر دیا رات کو چونی لال ایس ایچ او رنگیلا اور ملک نے مار مار ان لوگوں کو ادھ مرا
کر دیا بہت سے لوگ معافی مانگ پولیس کے شکنجے سے بچ کر گھر واپس چلے گئے مگر
ٹھاکر کاشی سنگھ کشن پور منوال سمہ چوہدری لال سنگھ سنگھ دروننگ نتھا سنگھ
سنگھ جنوٹ کلگت رام سنگھ کیرتا ۔ امر سنگھ ڈوڈولہ نے معافی نہیں مانگی ان لوگوں کی
ہر روز پٹائی ہوتی رہی [illegible] گاؤں جو ملاور سے کی جیل کے فاصلہ پر ہے
سویرے ۵ بجے میرے مکان کو پولیس نے چاروں طرف سے گھیر لیا اس رات ٹھاکر
سورن دیو سنگھ [illegible] لاٹھیاں والے پہرے گھر گھیرے ہوئے تھے پولیس کو کسی بھیدی کی
زبانی سورن دیو سنگھ کی میرے گھر پر ہونے کی خبر مل گئی ہوگی سورن دیو سنگھ نے بھاگنے کی
ہر چند کوشش کی مگر پکڑے گئے [illegible] ان کو تو حوالات لیجایا گیا مگر مجھے مار مار
ادھ مرا کر دیا میری ماں مجھے پٹتے دیکھ رونے لگی آ کر میرے اوپر لیٹ گئی
گوبخش سنگھ نائیک حلیما اور S.H.O ملک نے میری بوڑھی ماں پر بھی رحم نہیں کیا
لاٹھی کی مار سے میری ماں کا بازو ٹوٹ گیا یہ دیکھ میں برداشت نہ کر سکا جوش
میں آ کر رنگیلا ملک کی لاٹھی چھیننے کی کوشش کی S.H.O نے مجھے ایسے دیکھ زور دار ٹھوکر
مار مجھے پھر زمین پر گرا دیا اور میری زور دار پٹائی کی میں بیہوش ہو گیا ملک نے
کہا حرام زادہ بہانہ کرتا ہے اسکو گھسیٹ کر تھانہ میں لے چلو دو سپاہیوں نے مجھے ٹانگوں
سے پکڑ گھسیٹتے تھانے لے گئے ایک کنکر میری آنکھ میں لگ گیا میری آنکھ سوجھ گئی

چلی گئی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں میری بیوی نے دوڑ کر کسی کے گھر میں شرن لی پولیس والوں
نے میرے گھر کو بہت بری طرح لوٹا مجھے مار پیٹ اور سپاہیوں کے لاٹھیوں کی یاد تازہ
ہو گئی پھر آئی جب مجھے ہوش آیا تو میری ٹانگوں سے لہو خون بہہ رہا تھا کسی نے بھی مجھے ڈاکٹر
کو دکھانے کی ضرورت نہیں جانی اس کے بعد میرے بیٹے ٹلہ رام سنت رام کو دونی چند ادھو رام
سچپن داس بگیر چند کے ساتھ پکڑ مار مار کے ان کو بھی حوالات میں بند کر دیا
ان سب کی رات بھر حوالات میں زور دار پٹائی ہوتی رہی ساری رات ان کی
چیخ چلانے کی آوازیں آتی رہیں جب کہ ان لوگوں کا اس اندولن سے کسی طرح کا
کوئی واسطہ نہیں تھا صرف اس لیے کہ وہ میرے رشتہ دار تھے سوائے ننگو چیرہ چیتا آدمیوں کو
میرے ساتھ ہی حوالات میں رکھا گیا تھا آنکھ پھوٹنے کے کارن مجھے بہت تکلیف تھی
میری خراب حالت دیکھ کر ڈاکٹر کو بلایا گیا ڈاکٹر نے آنکھ میں کنکر لگنے کے کارن اس کی آنکھ
ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہے 18 روز بعد سب کو عدالت میں پیش کیا گیا عدالت نے
ہم سب کو چھ چھ مہینے کی بامشقت قید اور دو دو سو جرمانہ کی سزا سنائی کسی نے
مجھے بعد میں آ کر خبر دی کہ جرمانہ کی وصولی کے لیے میرے گھر سے پولیس والے میری بھینس
قرقی کر کے لے گئے ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ بوڑھے گلو کا گلا ایک دم بھر
زور سے بھیج رہا تھا

صفحہ 19

ابھی خطرے کا الارم زور سے بجا جس سے ساری جیل گونج اٹھی سپاہی ادھر ادھر دوڑنے
لگے ایک دم بھگدڑ مچ گئی تمام قیدیوں کو ایک دم بیرکوں میں بند کر دیا گیا ہم سب حیران
ہو گئے کہ کیا ہو گیا ہے کچھ پتہ نہیں چل سکا دس منٹ کے بعد پھر سے بیرک کھل گئی باہر نکل
کر دیکھا دکھائی دینے لگی جب کچھ پتہ ہی نہیں ہو ایک سپاہی کے زبانی خبر لگی کہ

کہ ایک قیدی جو دوسرے قیدیوں کے ساتھ جیل کے باہر لکڑیاں لینے گیا تھا سپاہیوں کی
آنکھ چرا کر بھاگ گیا۔ وہ قیدی روڑی کا رہنے والا تھا اور اسکو صرف چھ مہینے کی
سزا ہوئی تھی اب تک وہ ایک مہینہ کی سزا کاٹ چکا تھا جیل سے تو بھاگ گیا مگر
اسکی قسمت میں باہر کی دنیا کی ہوا نہیں لکھی تھی جیل قیدیوں کی وردی ہونے کے
کارن وہ سیول پولیس کے ہاتھوں پکڑا گیا اسکو جیل میں لا مار پیٹ کے سنگین کوٹھری
میں بند کر دیا دوپہر کو سب انسپکٹر امیر احمد اللہ ایک بڑا سا ٹوپ پہنے صاحب بنا
جیل کے سپاہیوں کو ساتھ لے جیل میں آیا یہ امیر احمد اللہ وہی جو ہمارا خیال ہے کبھی
بیمار نکڑوا رہے تھے جیل کے ایک کونے میں جا کر دیوار کا ناپ لینے لگا جیل والے
سپاہیوں نے بیان دیا کہ وہ بھاگنے والا قیدی یہاں کی دیوار پھاند بھاگا تھا یہ
بات عقل کے سے پرے دکھائی دیتی تھی کہ ایک معمولی قیدی جیل کی اتنی اونچی دیوار
پھلانگ کیسے پھاند سکتا ہے یہ ڈرامہ صرف اس لیے کیا جا رہا تھا کہ جیل والے سپاہیوں
پر کسی قسم کا جرم نہ بنے کہ کسی قیدی کے پاؤں میں بیڑیوں نہ ڈال باہر نہیں نکالا
جا سکتا امیر احمد اللہ نے جیل پولیس کا جھوٹا بیان لکھ چلا گیا 23 جون
آج کا دن پورے بھارت کے لیے دکھ بھرا تھا یہ پورا دن لگتا جا رہا تھا یدی آج
کا سورج نہ ہی نکلتا تو اچھا تھا آج تمام ستیہ گرہی قیدیوں کو سنگین کوٹھڑیوں
سے باہر لایا گیا ان لوگوں نے پورے 26 روز بعد ہوا اور روشنی دیکھی ان سب کے
چہرے بڑے عجیب دکھائی دے رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مانو پہلے زمانے کی بے جان
لاشیں چل پھر رہی ہیں سب نے ایک ہی بات بتائی کہ بشیر احمد خان اور محمد علی
دونوں تھانیداروں کے ہاتھوں کئی کئی بار پیار کی بہت بری طرح پٹائی ہوتی تھی ہمارا قصور
بس اتنا ہی تھا کہ ایک بار ہم نے کرنل رام ناتھ چوپڑا کے سامنے جیل والوں کی

ہم میں کئی مریض زیادتیوں کی شکایتیں کیں نہیں پانی نہ ملنے کی شکایت ڈاکٹر کا دوا نہ دینے کی شکایت
کہ وہ بیمار بار بار رونے چلانے کے بعد بھی ہمیں دیکھنے نہیں آتے کسی بھی بیماری کی دوائی
نہیں دیتا تھا بلکہ وہ ہمیں ٹیبلیٹ فوراً دینے کی بجائے کئی کئی بیمار ایک تا بھی بند کر دیتا تھا
ہم کو یقین تھا کہ جو لوگ ڈاکٹر کو کسی طرح کی رشوت دیتے تھے ان کو بیماری کی حالت میں مکھن
انڈے اور دودھ بھی ملتا تھا اگر آپ کو رشوت نہ ہو تو ڈاکٹر کے کمرے کی تلاشی
لو دیکھو ہم سے آپ کو مجھے شکایت ہوئی پہر پاکستان والے گھر کا نوٹ ملیگا وہ کیسے ملیگا
نے ڈاکٹر کو رشوت دے دیا تھا کہ میں کھانا نہیں کھا سکتا مجھے دونوں وقت ڈبل روٹی اور
دودھ دیا کرو ڈاکٹر نے کہا سو کا نوٹ پہلے دو تب ہی تمہارا کھانا بند ہو کر تم کو پورا
ایک مہینہ تک دودھ اور ڈبل روٹی لگائی جائے گی مگر چونکہ تمہارا نوٹ پورا نہیں ہے اس
لیے دو روز کے لئے تمہیں دودھ اور ڈبل روٹی ملے گی دونوں ٹائم ملا کر ملتی رہیگی مجھے معلوم
ہوا کہ ہم نے ڈاکٹر کو وہ نوٹ رشوت کے طور پر دے دیا تھا ٹرانزٹ کیمپ میں بیماری
ٹیسٹ کا ٹیسٹ سن چیک کے لئے ٹرانزٹ کر جانے کے بعد بیماری کی حالت ہوتی تھی وہ عینکوں
میں جانتا ہے جو لوگ زخم سنگین کر کے ہمارے اوپر ایک ایسے باہر ڈال دیئے جن میں ایک پیرا نرم
کا بیمار ایسا تھا جس کا سیپٹک ہو گیا تھا مجھے افسوس سے کہنا پڑا کہ میں رشوت ساتھی کا نام بھول گیا
پڑھنا جس کا نمبر پہلے ہی ہم رشوت کا نام لکھا تھا وہ یا تو کہیں گم ہو گیا یا چوری ہو گیا تھا میں آپ کو
پھر یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم نے تو پہلے پاس لکھ کر رکھی کوئی ڈائری تھی اور نہ ہی کوئی کاپی
باہر کیمپ میں یہاں بھی کاغذ کا ٹکڑا ملتا یا سگریٹ کا پیکٹ کسی کوڑے کے ڈھیر پر ملتا
میں سب کی نظر بچا کر رکھ لیتا رات جب سب سو جاتے میں یہ واقعات تاریخ وار نوٹ کر لیتا تھا
جیل سے باہر نکلتے وقت یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو کہ یہ داستان لکھی جا رہی ہے ان کو
میں لیے ہوئے تھا کہ ٹرانزٹ کیمپ میں ہمارے پٹھان گارڈ کی نے ہمارا نمبر میں پھر جا کر

لوگوں پر جو گولی کانڈ بالکل جلیانوالہ باغ کی طرح ہوا تھا اس نے وہ تمام اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا
جو اس نے مجھے سنایا اس نے کہا ایک دن دوپہر 3 بجے کے قریب ہائر سیکنڈری سکول کے احاطہ میں
بخشی غلام محمد ڈپٹی پرائم منسٹر کے داری سل ڈ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس D.C کے ہم
اور سیدی مکی کیفیل دار کے علاوہ اور بھی بہت سے سرکاری ادھکاری بیٹھے ہوئے
تھے وہ اندولن کو دبانے کے بارہ میں بات چیت کر رہے تھے کہ اتنے میں چاروں طرف
سے جا بجا زندہ باد کے نعرے لگاتے جلوس سکول کی طرف آنے لگے D.C
نے جلوس روکنے کیلئے پولیس کو ٹیئر گیس چلانے کا آرڈر دیا پولیس والوں نے
ٹیئر گیس کے گولے جلوس پر چلائے مگر لوگوں پر ٹیئر گیس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا
لوگ ٹیئر گیس سے بچنے کیلئے ہاتھوں میں گیلے تولیے اور پانی کی بالٹیاں لیکر آگے بڑھتے
ہی آ گئے D.C کے اشارے پر پولیس نے بغیر کسی وارننگ کے یکدم گولی چلانی شروع کر دی
لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا 2 آدمی وہیں گولی لگنے سے مارے گئے کتنے زخمی ہوئے
کچھ پتہ نہیں چلا لوگ بھاگ بھاگ کر گھروں میں جا چھپے شام سے پہلے ہی D.C
نے کرفیو لگنے کا اناؤنس کر دیا کوئی بھی باہر دکھائی دیتا تو اسے گولی مار دی
جائیگی دونوں لاشیں وہیں سکول کے احاطہ میں پڑی رہیں رات آدھی کے بعد
کچھ نوجوان مرنے والوں کی لاشیں اٹھانے گئے تو وہاں کوئی لاش نہیں ملی
اور جہاں ان شہیدوں کا خون بہا تھا دیکھا وہ جگہ بھی پانی سے دھوئی
گئی تھی ایسا جان پڑا کہ یہاں کوئی مرا ہی نہیں ہو جی کسی طرح اردگرد کے مکانوں
میں رہنے والوں کی زبانی پتہ چلا کہ دونوں مرنے والوں کی لاشیں پولیس رات
کے اندھیرے میں آپ لوگوں کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے ٹرک پر ڈال
جرنیلی سڑک کی طرف لے گئے ہیں ایک نوجوان دیہاتی لباس میں

جو جنگلی علاقہ میں ایک لکڑی کے بیوپاری کے ٹرک کی طرف چلا چلتے چلتے وہ
کالی باڑی 14 میل کے فاصلے پر کالی باڑی پہنچا رات تقریباً 3 بجے تھے
کالی باڑی گھوڑا گھاٹ سے 2 میل کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک لکڑی کا ٹال تھا
اس نوجوان نے وہاں لکڑی کے ٹال پر سو رہے چوکیدار سے پوچھا کیا تم نے ادھر سے
کوئی ٹرک گذرتے دیکھا اس نے کہا ہاں تقریباً دو گھنٹے پہلے ایک سرکاری ٹرک
یہاں آیا تھا اس نے کچھ سے دس من لکڑیاں جلانے کی شکل میں روٹی پکانے
کے نام پر خریدی تھیں اس نوجوان کو یقین ہو گیا کہ رات 12 بجے کے
بعد جو سرکاری ٹرک یہاں لکڑیاں خریدنے آیا وہ ملٹری کے ٹھیکیدار کا
ٹرک ہی نہیں ہو سکتا پھر یہ وہی پولیس والا ٹرک ہے جو ہیرانگر سے دہشت گردوں
کی تلاش کر رہا ہے اس نے اس ٹال والے سے پوچھا لکڑی کا وہ ٹرک کدھر گیا اس
نے کہا پٹھان کوٹ کی طرف وہ نوجوان تیزی سے پٹھان کوٹ کی طرف دوڑنے لگا لیکن پھر
دیکھا ایک پیٹرول پمپ والا آدمی اپنے دفتر میں بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا اس نے اس
سے پوچھا اتنی رات کو کون سی گاڑی آ رہی ہے کہ پاس پیٹرول ڈلوانے آتی ہے جو تم جاگ
رہے ہو وہ بولا صاحب ان دنوں کوئی گاڑی رات کو نہیں چلتی ہے مگر جا بجا دہشت گردوں
کی وجہ سے چیکنگ چل رہی ہے میں آرام سے سو رہا تھا کہ ایک سرکاری جیپ ٹرک یہاں آیا
ایک پولیس افسر نے مجھے جگا کر دو گیلن پیٹرول ایک کین میں ڈلوایا اور وہ بسوہلی روڈ پر
چلے گئے وہ نوجوان رات کے اندھیرے میں بسوہلی روڈ پر چلنے لگا تھوڑی دور جانے پر
سامنے جنگل کی طرف سے ایک ٹرک آتا دکھائی دیا روشنی دیکھ وہ نوجوان
جھٹ جھاڑیوں کی آڑ میں چھپ گیا جب ٹرک اس کے پاس سے گذر گیا
تو وہ نوجوان اسی جنگل کی طرف بڑی تیزی سے بھاگا رات کے تقریباً 4 بجے تھے

بیٹوں کا ماتم بیٹھ چکا تھا جنگل میں دور دور سے کسی جگہ لکڑیاں جلتی دکھائی دیں وہ تب وہاں
پہنچا دیکھ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جسم ادھر پڑے ہوئے ہیں اور لکڑیاں بھی ادھوری جل کر بجھ
جانے سے دونوں لاشیں ادھ جلی لکڑیوں پر پڑی ہیں اس نے ایک ایک لاش کو کندھے پر
اٹھائی اور جنگل میں پہنچ کر جھاڑیوں میں چھپا دیا دسمبر مہینہ چل رہا تھا سردی بھی زوروں کی پڑ رہی ہے
اور دریا راوی میں ان دنوں پانی بھی بہت کم ہوتا وہ پیدل دریا سے گذر کر تھوڑی دور میر شاہ پور
کنڈی پہنچا وہاں سے دو بوریاں اور اپنے دو چار رشتہ دار کچھ ساتھیوں کو بلا لاشیں بوریوں
میں بند کر دن نکلنے سے پہلے ہی ان لاشوں کو شاہ پور کنڈی میں لا کر چھپا دیا اور شام
کو اپنے ہی کسی مہربان ساتھی کے ٹرک پر ڈال کر ان ادھ جلی لاشوں کو دلی پارلیمنٹ
کے سامنے رکھا اور دنیا کو ان ظالموں کے کارناموں کا بھانڈا پھوڑ دیا پورے بھارت دیش
میں یہ ادھ جلی لاشیں دیکھ شیخ کے خلاف ایک جوالا ~~بھڑک اٹھی~~ بھڑک اٹھی ہاتھوں ہاتھ لیکر
گیا بھاری ٹیک ورنا بابو کے بچہ جاریوں کی کالی کرتوتوں کو ننگا کر دیا جگہ جگہ ہڑتالیں اور
نیرو سرکار اور شیخ سرکار کے خلاف مظاہرے ہونے لگے ہندو کا شکار سن کر دہل گئی
ان لاشوں کو پھر واپس ~~پھر~~ پھر ننگلا لاڈسی سکول کوٹھ کے راستے میں بحرت
اور وہاں سے سنسکار کیا گیا ان کی راکھ کو ہزاروں لوگوں نے مٹھی مٹھی بھر نام کر اپنے اپنے
سر پر دھارن کر قسمیں کھائیں کہ اب چاہے ہمیں کتنی بھی قربانیاں دینی پڑیں ہم
اس حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے زمین رو رہی تھی آسمان رو رہے اور رو رہے تھا
~~ہائے~~ پتھر دل رکھ کر ~~نہتا~~ نہتا جوان سینے پر رکھے تھا ان لاشوں کو کندھے پر اٹھا ساری رات
زبردست مقابلہ کرنے والا نہ ہی تو کوئی الہ دین کا چراغ ~~تھا~~ اور نہ ہی کسی چراغ کا
جن تھا اور نہ ہی الف لیلیٰ کا کوئی جادو وہ بھی ہماری ہی طرح ایک سیدھا سادہ نوجوان گجیل
بھولی بھالی سی ایک سادہ دل کا زیرہ کرنا دوبارہ کا ناٹک تھا ہوشیار کو ~~[illegible]~~ ہوئے
رکھی قلم میں تب شہنا

جنرل 20

ہیرانگر میں پولیس کی گولی سے شہید ہونے والوں میں ایک تھا بھیکھ سنگھ اور دوسرا نوجوان عمر
کا لڑکا بہاری سنگھ جس کی شادی ابھی 2 مہینے پہلے ہی ہوئی تھی 21 سال کی
عمر تھی اس کی ۔ بہاری سنگھ کی نئی بیاہی پتنی کی مہندی کا رنگ بھی ابھی پھیکا نہیں
پڑا تھا ان ظالموں نے مہندی کی جگہ خون رنگ دیا اس دیوی کے سہاگ کا
چوڑا ٹوٹ گیا ماتھے کی بندیا اور مانگ کا سیندور ان درندوں نے مٹا دیا
اس کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ اپنے ہی دیس بھارت کا ترنگا لہرا رہا تھا۔
جب وہ بھارت ماتا کی جے کے نعرے لگاتا آگے بڑھ رہا تھا دونوں کی شہادت نے
کشمیر میں وطن کا ڈھنڈورا پیٹنے والے گاندھی کے چیلوں والوں کے لیے ہر دل
میں ایک دہشت اس بات کی تھی کہ یہ حکومت ظالم اور خونی ہے بجائے نوجوانوں نے
اس رات ان لاشوں کو ٹرک پر ڈال ہیرانگر سے نکال کر اس جگہ کو خون
کے نشان مٹا اور لمبی روڈ پر دور گھنے جنگلوں میں ان لاشوں کے جلانے والے
درندوں کے نام جان لیجئے یہ سارا کام رجب سنگھ انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر
پنڈت شام راجنی ہیرانگر والا اور 12 سپاہیوں نے کیا تھا سارے دن کی دوڑ دھوپ
بعد کے پتا چلا ان لوگوں نے تھانہ لنبٹ پور جو سنکار کرنے والی جگہ سے ½ میل کے
فاصلہ پر تھا وہاں کے ہیڈ کانسٹیبل کرپٹی داس اور رنجو داس جو اسی تھانہ کے 3 سپاہیوں
کو بلا کر انکی مدد سے لکڑیاں ڈال ان پر ان دونوں شہیدوں کی لاشوں کے
اوپر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی پیٹرول کی آگ ایک دم بھڑک اٹھی تب انہوں
نے صحیح بات پورے ہیڈ کانسٹیبل وڈرسی تھانہ کے سپاہیوں ڈیوٹی لگائی کہ صبح تک
جسم سے لگ بھگ دیکھیں جب تک پھر نہ کچھ کہا یا نہ بچا تب تک گھیرا رہو گے ہیں
تم لوگ یہاں جب تک لاشیں پوری طرح جل کر بھسم بھسم نہ ہو جائیں یہاں

پیچھے رہ جب لاشیں جھلس جھلس جائیں تو یہاں کی راکھ اور لکڑیاں وغیرہ اٹھا دور کسی
جگہ زمین میں دبا دینا تاکہ کوئی نشان باقی نہ رہ جائے یہ کہہ کر انسپکٹر صاحب سنگھ انسپکٹر
تاراپنی بعد میں دوڑنا کے ساتھ آئے پولیس کے سپاہی دوسرے سپرنٹنڈنٹ چلے گئے دوارکا ناتھ
جو اس شوٹ کا پیچھا کر رہا تھا اس نے گاڑی کو کوٹتے دیکھ وہ لاشوں کے جلانے کی جگہ
پر پہنچ پایا تھا راستے میں ملا گیا تھا جب دلی یا رحیٹ کے سامنے ان لاشوں اور دم ملی
لاشوں کو پورے عبارت کے لوگوں نے دیکھا تو بچے بچے کی زبان پر اس بہادر
نوجوان دوارکا ناتھ کا نام آ رہا دوارکا ناتھ کو گرفتار کر لیا گیا جموں کشمیر کی پولیس
نے ہر چند کوشش کی جگہ جگہ چھاپے مارے مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے
ابھی یہ ہیرالڈ کی شہادت کی داستان چل ہی رہی تھی کہ ایک سپاہی نے
آ کر کہا آج ساری ہندو قوم یتیم ہو گئی آپ لوگوں کا سب سے بڑا ہیرو شہید
اس دنیا میں نہیں رہے آج 22/23 جون کی رات ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی
رات 3 بج کر 45 منٹ میں وفات ہو گئی یہ خبر سنتے ہی ساری جیل میں چیخ پکار
پہنچ گئی تمام ہمارے تمام ستیہ گرہی دھاڑیں مار مار رونے لگے ہر ایک کی زبان
پر ایک ہی بات تھی ڈاکٹر صاحب کو کیوں مارے گئے میں نے اپنے راستہ کے
سب سے بڑے کانٹے کو نکال پھینکا اندر میں چھپ آ یار نے خبر دی کہ ایک سپیشل
ہوائی جہاز سے ڈاکٹر صاحب کی لاش کو کلکتہ کلکتہ لیجایا گیا ہے لاش کے ساتھ
شری ٹیک چند پنڈت گورو دت اور پنڈت پریم ناتھ جی بھی گئے ہیں لاش کو
پہلے دلی لیجایا جائیگا اور پھر کلکتہ جہاں ڈاکٹر جی کی بوڑھی ماں اپنے بیٹے کے
انتظار کی گھڑیاں گن رہی ہو گی وہاں لیجائی جائیگی ہم جیل میں کسی بھی
ستیہ گرہی نے کھانا نہیں کھایا سوائے رونے کے اور کسی کو کوئی بات

سوجھ بوجھ ہی نہیں رہی تھی شام کے وقت جو اخلاقی کشمیری قیدی حوالات میں بیٹھے ہیں
لائے گئے انہوں نے آکر سنایا کہ آج سری نگر کے لال چوک مہاراجہ بازار میں کشمیری پنڈتوں
کی تمام دکانیں بند تھیں پولیس نے دکانیں کھلوانے کی ہر چند کوشش کی
کسی بھی ہندو دکاندار نے دوکان نہیں کھولی - ڈاکٹر مکرجی صرف بنگال کے ہی نہیں
پورے بھارت ورش کے رہنما بن گئے تھے ڈاکٹر صاحب کا نام ان چند ہستیوں میں
لکھا جائے گا جن کی یادگار امر ہے ڈاکٹر صاحب آج بھی ہر دلوں میں زندہ ہیں
بعد میں خبر ملی کہ ڈاکٹر صاحب کی موت کی خبر سے سارے بھارت ورش میں سرکاری
جھنڈے آدھے جھکا دیئے گئے تھے ملک کے تمام اسکول کالج دفتر سوائے ہماری ریاست کے
تمام سرکاری دفتر کالج اسکول تین دن بند ہو گئے تھے ڈاکٹر صاحب کی
موت کی خبر جب تک ہمیں جیل میں نہیں لگی تھی ہم خود حیران تھے کہ صبح صبح ڈپٹی جیلر
تمام مسلمان قیدیوں کو مبارک دے رہا تھا اور شہد پوریاں مٹھائی بھی بانٹ رہا تھا
ہم نے سوچا کہ ڈپٹی جیلر کے گھر کسی لڑکے کی شادی ہو گئی یا اور کوئی خوشی کی
بات ہو گی مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ ڈاکٹر صاحب کے مرنے کی خوشی منا رہا تھا
24 جون آج صبح سویرے ہر بیرک کے سارے بیٹھ گئے پانی کی
ٹینکی کے پاس رکھے ہوئے گھڑے میں پانی سے ڈاکٹر صاحب کو شردھانجلی دے رہے
تھے کہ اور ڈاکٹر صاحب آتما کی سدگتی اور شانتی کیلئے پرارتھنا کر رہے تھے
کہ اتنے میں ڈپٹی جیلر آیا اور بولا شام ہوتے ہی اکٹھے ہو کر کیا سازش کر رہے
ہو سب چلو اپنے بیرکوں میں تمام لوگ غصہ میں بھرے ہوئے تھے کہ یہی شیطان
کل سب مسلمانوں کو مبارک دے کے مٹھائی بانٹ رہا تھا مگر بے بس ہو کر ہم
سب اپنی بیرکوں میں چلے گئے کل دن رات نہ کسی نے کھانا کھایا تھا

اور نہ ہی پانی تک پیتا تھا۔ 25 جون تاریخ کی اخبار قدرت میں پڑھا کہ ڈاکٹر مکرجی کی
نعش کو کلکتہ پہنچائی گئی اور وہاں سے شمشان تک لاکھوں لوگ پشپ برشا کر رہے تھے
پورا بنگال ڈرس دو دن تک ان کے درشن کرنے اور ان کی انتم سنسکار میں رکا رہ گیا تھا
دوسری طرف شیخ صاحب نے اخبار میں بیان دیا کہ ڈاکٹر مکرجی کافی دنوں سے بیمار تھے بڑے
سے بڑے ڈاکٹر نے ان کا علاج کیا مگر ان کو بچایا نہیں جا سکا۔ اس شام کو محمد حسین
بخاری اکبر اور میتا خان سپاہی ان قیدی ہماری بیرک میں ڈاکٹر مکرجی کی موت
کا افسوس کرنے آئے اور دوسری طرف سے بہت سے کشمیری مسلمان سپاہی ایک دوسرے
کو مبارکیں دے رہے تھے اور فاضل ڈپٹی جیلر کچھ بولا نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس رات بنارسی داس
شاستری والا اور منیر ارشد کنور والا دونوں بیمار ہو گئے پہلے تو کافی دیر برداشت کرتے
رہے مگر جب تکلیف برداشت سے باہر ہو گئی تو باہر پہرے پر بیٹھے ہوئے وارڈن کو
بلایا کہ ڈاکٹر کو بلا لاؤ تھوڑی دیر بعد وارڈن نے آکر کہا کہ ڈاکٹر کہتا ہے اس
وقت رات کو نہیں میں صبح کل دن کو آکر بیماروں کو دیکھوں گا اب دونوں کی
رات کیسے کٹی یا تو ہم بیرک والے لوگ جانتے ہیں یا بھگوان جانتا ہو گا
دوسرے دن 26 جون کو ڈاکٹر آیا اور پوچھا کون ہے بیمار جو رات مجھے بلانا
چاہتا تھا ہم میں سے کسی نے بھی ڈاکٹر کو کوئی جواب نہیں دیا اس نے
بار بار پوچھا تم لوگ بتاتے کیوں نہیں کہ کون بیمار ہے اس کو اتنا کہنا ہی تھا کہ
پوری بیرک سے ایک ہی آواز آئی جواب دینا تو دور ہم لوگ تمہاری شکل
بھی نہیں دیکھنا چاہتے تم خونی ہو قاتل ہو درندے ہو جب تک جاؤ نہیں ایسا نہ ہو کہ جو جوالا
ہمارے اندر بھڑک رہی ہے تمہیں جلا کر خاک نہ کر دے تم نے ڈاکٹر مکرجی کا قتل
کیا ہے اب ہم لوگوں کو بھی مارنے کا ارادہ ہے جب تک جاؤ اور آئندہ بھی

اپنی منحوس صورت ہمیں نہیں دکھانا ڈاکٹر خود ہی بیرک سے بھاگ گیا باری باری تمام
بیرکوں میں گیا مگر ہر بیرک سے اسے پھٹکار ہی ملی دوسرے دن کسی نے اس ڈاکٹر کو
جیل میں نہیں دیکھا یا تو وہ خود ہی نوکری چھوڑ کر بھاگ گیا یا عبداللہ سرکار نے اسے مکرجی
کا قتل کرنے کیلئے انعام دیکر گھر بھیج دیا کیونکہ ڈاکٹر مکرجی کا علاج یہی ڈاکٹر
کر رہے تھے 29 جون ترنگ کے خوبصورت اخبار میں شیخ کا بیان چھپا تھا شیخ نے بیان
دیا تھا کہ یہ جن سنگھ والے ہندو مہا سبھا والے - رام راجیہ پریشد والے ہماری حکومت
کو زور زبردستی بھارت کے ساتھ شامل کر کے ڈاکٹر مکرجی کی موت کا الزام
میری حکومت پر لگا کر ہم سے بدلہ لینا چاہتے ہیں

2 جولائی ہم لوگوں کی پھٹکار سن جب ڈاکٹر رینہ پھر جیل میں نہیں دیکھا گیا تو
اس کی جگہ ایک نیا ڈاکٹر آیا اس نے ہر بیرک میں جا کر بڑے پیار سے ہر بیمار
کو اچھی طرح چیک کر دوائی دی اور جب بھی مریضوں کو جو خوراک مناسب تھی
دینے کی ہدایت کی ہم سب حیران ہو کر ڈاکٹر کا منہ دیکھنے لگے ہماری طرف دیکھ
ڈاکٹر بولا آپ بڑی حیرانگی سے میری طرف دیکھ رہے ہیں کیا کوئی خاص بات ہے
کیا مجھ سے پہلے آپ بیمار لوگوں سے کسی اور طرح کا برتاؤ ہوتا تھا میں
نے کہا ڈاکٹر صاحب دودھ انڈے ڈبل روٹی یا مکھن تو ایک طرف ہمیں روٹی
کے بدلے چاول اور چاول کے بدلے روٹی مانگنے پر بھی پٹھان کی طرف سے ڈنڈے
اور گالیاں کھانے کو ملتے تھے اس کارن ہم حیران ہو کر آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں
کہ آپ کا بات کرنے کا ڈھنگ مریض کیلئے ضرورت مطابق خوراک اور آپ
کا مریض کے پرتی ہمدردانہ رویہ ہم پہلی بار ہسپتال کے اندر دیکھ رہے ہیں ڈاکٹر بولا
میں نے رجسٹر دیکھا ہے وہاں تقریباً ڈیڑھ سو بیماروں کو مکھن بریڈ - انڈے وغیرہ کا خرچ

دکھایا گیا ہے آج کل اخباروں میں آپ کی شکایت سن حیران ہوں کہ لاچار اور قیدی لوگوں
پر زندہ رہنا بڑا دشوار ہے لیکن رکھیں جو کچھ لائے کھوٹ پہلے ہوتی تھی اب پھر
نہیں ہوتی۔ 5 جولائی آخر شام تقریباً 7 بجے سری نگر پولیٹیکل کانفرنس کے کچھ لوگ
قید کر جیل لائے گئے وہ کھلے طور پر باہر کے سپاہی گرم گرم رہتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
ہم قیدی نہیں کوئی خاص V.I.P لوگ یہاں سیر و سیاحت کیلئے آئے ہیں نہ ہی ان
پر کسی قسم کا کنٹرول نہ ہی کسی بھی ولد کا ان پر کسی قسم کا دباؤ اور نہ ہی کسی نے ان
کو سپاہیوں کو کوٹھڑی میں پہنچانے کا حکم دیا ایک دن ہم بھی جب اس جیل میں آئے تھے اس
سلوک کو یاد کر رہے تھے اور تنگ کوٹھڑی میں ہو جاتے ہیں سپاہیوں کی کوٹھڑیاں بند اور ان اور دوسری
قیدیوں کا بھی یہی حال تھا پولیس کی طرف سے ہم پر پٹائی ہونے کے بعد پورا ایک مہینہ ہم ایک
دوسرے کی شکل تک بھی نہیں دیکھ سکے تھے اور جب ہی ان سپاہیوں کو سپاہیوں کو کوٹھڑیوں سے باہر
کر دیا جاتا تھا تو ان لوگوں کی شکل بھی نہیں پہچانی جاتی تھی آخر رات پونے دس اور بارہ
بجے کے قریب جیل کے باہر بڑے زوروں سے نعروں کی آوازیں آنے لگیں اور کبھی کبھی
فائرنگ کی آواز بھی آ رہی تھی سپاہی لوگوں سے پوچھا یہ سب کیا ہے ان کی زبانی
پتہ چلا کہ پولیٹیکل کانفرنس والوں کا جلوس بڑے زوروں سے شروع ہو گیا ہے
جن کے نعرے صرف یہی ہیں ہم چاہتے ہیں ہندوستان کی حکومت ہندوستان کی فوج
ہم آزاد ہو گئے ہیں اور آزاد ہی رہیں گے ان باتوں سے دوستو پتہ ہوتا تھا
کہ یہ سب شیخ کی مرضی سے بغاوت کے خلاف ہو رہے ہیں ان کا نعرہ تھا ہم نے بغاوت کے
ساتھ صرف تین باتوں کیلئے ناطہ جوڑا ہے ان کے غلام بننے کیلئے نہیں بغاوت کی کوئی بات نہیں
ہے ہماری آزادی میں دخل دے یہی بغاوت نے ہمارے اندرونی معاملات میں دخل دینے
کی کوشش کی تو ہمارا ہندوستان کے ساتھ جو فیصلہ ہوا ہے اس کو توڑنے کی تمام ذمہ داری

ہندوستان کے پردھان منتری کی بھی ہے۔ 7 جولائی ہمارا ایک ساتھی ہیتی چند جو کئی
دنوں سے بیمار تھا اس کو سری نگر کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا تھا اب وہ کچھ حد تک
ٹھیک ہو کر واپس آ گیا ہے اس نے ذکر بتایا کہ جس ہسپتال میں مجھے رکھا گیا تھا اسی
ہسپتال میں ڈاکٹر مکرجی کو بھی رکھا گیا تھا مگر ان کی نہ ہی تو ٹھیک طرح سے دیکھ
بھال ہو رہی تھی اور نہ ہی صحیح علاج ہو رہا تھا بالکل لاوارث انسان کی طرح
ان کا ~~پر سلوک ہو رہا تھا~~ ان کے ساتھ سلوک ہو رہا تھا ایک نرس کبھی کبھی
ڈاکٹر صاحب کے کمرے میں جاتی تھی وہ کئی بار ذکر کرتی تھی کہ اتنی بڑی ہستی
کو ہسپتال میں بنا کسی ٹھیک ڈھنگ سے علاج کیا جا رہا ہے اور نہ ہی کوئی ان کی
ٹھیک ڈھنگ سے دیکھ بھال کی جا رہی ہے

8 جولائی آج فیرامپور کا بھائی جو بھارتی فوج میں صوبیدار کی پوسٹ پر سری نگر (کنٹونمنٹ میں) ہیڈکوارٹر پر ہے
مجھے ملنے جیل میں آیا مگر جیل کی ڈیوڑھی میں میری اس سے ملاقات کروائی گئی اس کی
زبانی پتہ لگا کہ پنڈت نہرو کی اپیل پر پورا پنجاب کا اندولن بند ہو گیا ہے اور امید ہے
چند دنوں کے اندر تمام ستیہ گرہی بندی رہا کر دیئے جاویں گے یہ خبر تو ہنوز
نے آل انڈیا ریڈیو پر سنی تھی ڈیوڑھی کے اندر عینک نے برشی کا ریکوشل رہا ہے والا
گوپال داس سمیر جون نوری اور خفیہ چند گردھ والے جو لنگر خانہ میں بند تھے
اخباروں میں بھی مشاعروں میں خیر خیریت دریافت کی

9 جولائی آج کل بہت گرمی ہو رہی ہے نلکے کا پانی آج 2 روز سے بند ہے
ہمارا خیال تھا شاید جیل والوں کو معلوم نہ ہو اس کارن پانی بند کر دیا ہوگا

13 جولائی نلکے کا پانی کئی روز سے بند ہونے کے کارن ہمیں دونوں وقت روٹی
کے ساتھ ایک ڈبہ پانی پینے کو ~~ملتا~~ ملتا تھا آج شام 7 بجے ڈپٹی سپر

نے آکر دفعہ ۳۷۰ کے تحت جو حقوق بند ہیں وہ سب ریاستی عوام کو بھی ملنے چاہئیں
اور باقی جموں کشمیر کا الحاق ایک ایک کر کے باہر ہو جاؤ ہم سب دفعہ ۳۷۰
کے قیدیوں کو ۱۰ جیل سے باہر کھڑی بسوں میں بٹھا کر رات ۹ بجے بسیں سری نگر
سے جموں کیلئے روانہ ہوئیں ۱۷ جولائی صبح تقریباً ۱۰ بجے ہماری گاڑیاں جموں
جیل کے پھاٹک پر آکر رکیں ہم سب سے وہ قیدی لیکر جیل تک جانے کی اجازت
دی گئی پھر رکے تو روز بعد پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ اور ان کا ساتھ دو رہا تھا
سے ڈوگرہ لکھ رہی کی رستھیاں لیکر بذریعہ ہوائی جہاز جموں آئے جموں شہر میں ڈوگرہ جی
کی رستھیاں کا جلوس نکلا جموں کی سڑکوں میں اتنا وشال جلوس آج تک
کبھی نہیں نکلا تھا کچھ دنوں بعد تمام ستیہ گرہیوں کو جیل سے رہا کر دیا گیا
اب شیخ عبداللہ ہر روز بھارت کے خلاف زور دار پرچار کر رہا تھا کچھ روز
بعد شیخ کو گرفتار کر جیل بھیج دیا اور بخشی غلام محمد کو ریاست
کا چیف منسٹر بنایا گیا بخشی کے راج میں دھارا ۳۷۰ آہستہ آہستہ گھسنے لگی
جب دہ کے بعد سے قانون ریاست میں لاگو ہونے لگے دھارا کو ~~کھسکنے~~ گھسنے لگی
مگر وہ بہت سست رفتاری سے گھس رہی ہے
پہلے میں نے الگ الگ اقساط میں لکھا۔ پہرانگر اور رام بن میں ہوئے شہیدوں
کا ذکر کیا ہے جیل سے باہر آنے پر پوری تفصیل ان شہیدوں کی ملی
~~جو اس طرح ہے سب سے پہلی شہادت ... میں ... کی ... جاری~~
~~ادھم پور ... دنوں ... دیوی ...~~

دفعہ 370 کو ہٹانے کیلئے ہوئے شہیدوں کی لسٹ

1. [illegible] سنگھ [illegible]

ہیرانگر
2. بہاری لال
3. بھیکم سنگھ

سامبہ
4. دیوی سرن
5. شیو راجی
6. [illegible] داس

سندربنی
7. کرشن لال
8. بابا رام جی داس
9. بیلی رام

جوڑیاں چھمب اکھنور
10. نانک چند
11. بسنت چند
12. بلدیو سنگھ
13. سائیں سنگھ
14. دریام سنگھ

اور سب سے پہلے بلیدان ڈاکٹر مکرجی بنگال والے

یہ ہے دھارا 370 جس کو میں نے [illegible]

دھارا کی نام دیا ہے جو شمار 1 سے شمار 15 پر پوری لکھی گئی ہے

اپنی یادداشت کی کمزوری اور پرانی ڈائری کسی جگہ کاغذوں پر نہ لکھ

چھوٹے چھوٹے کاغذوں کے ردی ٹکڑوں پر لکھ کسی طرح بھی جیل کے حاکموں

کی نظروں سے بچا باہر لا کر ان ٹکڑوں کو جوڑ کر لکھی گئی داستان

جس میں کسی پرکار کی غلطی ہو گئی ہو اس کا میں آپ سے کر بدھ جوڑ معافی مانگتا ہوں

([illegible] نگر جموں)

اندر پرکاش جی میرپور نواسی جو آج کل نوشہرہ میں رہ رہے ہیں

ان کی زبانی سال 1947 میں میرپور، راجوری، نوشہرہ وغیرہ میں کیا بیتی وہ خونی داستان
مختصر جو ستی اسکی با تفصیل آپ کے لئے پیش خدمت کر رہے ہیں۔
سال 1947 15 اگست کو جب بھارت آزاد ہوئے جس آزادی کو حاصل کرنے کیلئے ہماری
بھارت واسیوں نے ہزاروں کی تعداد میں قربانیاں دیں مگر بھارت ہی نہیں ملا اسکا ایک
ٹکڑا کٹ گیا بھارت ستقل میں ہی پہلا اس ٹکڑے کو حاصل کرنے کیلئے اتنا خون بہا جس
میں بھارت ماں کے لاکھوں بچے ڈوب گئے ہزاروں عورتیں ودھوا ہوئیں ہزاروں
بچوں کی ماں نے لٹی مگر جن لوگوں کو گدی ملی وہ خوشیاں منا رہے تھے مگر بھارت
رو رہے تھا نہرو نے پاکستان مان گیا مہاتما گاندھی نے کہا پاکستان میری لاش پر
بنے گا مگر آزاد بھارت گاندھی کی لاش پر نہیں ہزاروں دیش بھگتوں کی لاش پر بنا
میرپور بہت پرانا شہر ہے کہا جاتا ہے کہ اس شہر کو دو رشیوں نے بسایا تھا جن میں سے ایک کا
نام تھا میراں شاہ اور دوسرے کا پوری ایک کی سادھی میرپور شہر کے پورب دیشا میں
ہے اور دوسرے کی دکشن دیشا میں میراں اور پوری کو جوڑ کر اس شہر کا نام میرپور پڑا
دیکھا سال 1947 سے پہلے بھی ہندو مسلمان جنتا بڑے پیار سے مل جل کر رہتی تھی
مظفرآباد کشمیر کا ایک صوبہ کا ضلع ہے جو پاکستان کی سرحد سے بالکل نزدیک ہے مہاراجہ ہری سنگھ
نے جب اعلان کیا کہ میری ریاست نہ تو بھارت کے ساتھ اور نہ ہی پاکستان میں شامل ہوگی
میری ریاست آزاد رہیگی اس اعلان کو سن پاکستان کے حاکموں نے 5000 پانچ ہزار قبائلی اور سپاہیوں
کو ساتھ لے 22 اکتوبر 1947 کو ریاست پر حملہ بول دیا رام پور سے ریاست جموں کشمیر کی سرحد
شروع ہوتی ہے رام پور سے تھوڑی دور شمشان گنگا ندی بہتی ہے ریاست کو آزاد
رکھنے کا خیال مہاراجہ ہری سنگھ کو مشورہ دیا مہاراجہ نے دستے بھیجے رام چند کاک نے
زندگی بینڈ سے ریٹ جب میں ہم الیان ریاست کو گرفتار دیا گیا تھا کہ ہم ریاست کے

یا نواب جس بھی دیش میں شامل ہونا چاہیں یا آزاد رہنا چاہیں لیکن پورے ریاست

ہیں۔ مہاراجہ نے اس فیصلہ کے لئے اس وقت کی انگریز سرکار حکومت کو یکم کر دیا

Mon

mango

کے نواب یا راجہ جس ملک میں شامل ہونا چاہیں ہو جائیں اور رعایا چاہے اُن کی مرضی پر ہے یہ راجہ نے
اپنی ریاست کے آزاد رہنے کے بارے میں بھارت کی حکومت کو اطلاع کر دی جیسا کہ پہلے لکھا ہے
کہ ریاست کی سرحد رام پور سے شروع ہوتی ہے اور اس کے تھوڑی دور کرشن گنگا ندی بہتی ہے
اس ندی پر ایک پل ہے اس پل کو پار کرنے پر ضلع مظفر آباد کے چھوٹے چھوٹے گاؤں آباد ہیں
دشمن نے مظفر آباد پر حملہ کرنے سے پہلے ان تمام گاؤں کو اجاڑ دیا اور وہ مار کاٹ مچائی شاید
ہی کوئی زندہ بچ کر بھاگ سکا ہو گا عام طور ان گاؤں میں سکھوں کی آبادی ہے سکھوں نے بالکل ہمت
کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر دشمن کی بہت بڑی تعداد کے آگے ٹھہر نہیں سکے وہ بھاگ کر سری نگر کی طرف
چلے گئے جب ان گاؤں کو اجاڑ دشمن پل پار کرنے لگا تو ریاست کی فوج کے جوانوں نے اُن کو کافی دیر
پل کے پار روکے رکھا اور پھر یہ کوشش کی کہ پل کو توڑ دیا جائے تاکہ دشمن ریاست کے اندر نہ آ سکے
مظفر آباد شہر دو ندیوں کے درمیان آباد ہے ایک اونچی پہاڑی پر آباد ہے دشمن کا اچھی طرح مقابلہ
کیا مگر ہتھیاروں کی کمی کے کارن دشمن کو نہیں روک سکے دشمن نے شہر میں داخل ہوتے ہی جو بھی سامنے
آیا اُس کو مار گرایا مکانوں کو آگ لگا دی عورتوں نے اپنی عزت بچانے کے لئے مکان کے اندر ہی جلنا
سے لگا لیا مگر دشمن کے ہاتھ نہیں آئیں جو کسی طرح مکان کے باہر دشمن کو دیکھتی وہ بھاگ کر دریا کرشن گنگا
میں چھلانگ لگا کر ڈوب گئیں۔ دشمن آگے بڑھتا بڑھتا گڑھی دوپٹہ رام پور
اوڑی میں پہنچ گیا آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر میر پور شہر بھی مظفر آباد کی طرح ایک
پہاڑی پر بسا ہوا تھا اس شہر میں زیادہ تر آبادی مہاجنوں کی تھی یہ لوگ کافی پڑھے لکھے اور
کافی امیر تھے ادھر ادھر چھوٹے چھوٹے گاؤں سے بھاگ کر لوگ میر پور میں شرن لینے آنے شروع
ہو گئے تھے کیونکہ لوگوں کے دل میں ایک وشواس تھا کہ یہاں سرکاری دفتر ملٹری اور بہت سی
پولیس بھی ہے آنے والوں میں زیادہ تر سکھ تھے جو ڈڈیال گاؤں کے رہنے والے تھے یہ لوگ
ہمت ور بہادر اور نڈر تھے مرنا مارنا جانتے تھے مگر دشمن جب بے شمار تعداد اور بے شمار

لوگوں کے ساتھ آیا تو یہ لوگ پانی سر سے اوپر آتے دیکھ کر میرپور کی طرف آنے لگے ڈڈیال اور
میرپور کے درمیان ایک دریا ہے جس کا نام پونچھ ہے ان لوگوں نے جہاں سردیوں کی وجہ
سے پانی کم گہرا تھا وہاں سے دریا پار کر کے میرپور آ گئے دشمن نے میرپور کو گھیرنے کی ہر ممکن کوشش
کی مگر میرپور کے لوگوں نے دشمن کو 3 مہینے تک شہر میں نہیں گھسنے دیا دشمن کی بندوق ٹھک ڈھم کی آواز
آتی تھی دشمن کی تعداد بڑھتی گئی مگر سرکار کی طرف سے میرپور کے لوگوں کیلئے کوئی امداد نہیں آئی
20 نومبر 1947 کو ریڈیو پر منسٹر سردار پٹیل نے دلی سے اعلان کیا جیسے معلوم پڑتا ہے کہ میرپور
دشمن کے گھیرے میں ہے ہم میرپور کے لوگوں کی بہادری کی داد دیتے ہیں اور ان کو یقین دلاتے ہیں
کہ بھارتی فوج کے 6 ہزار جوان چار روز میں آپ کی رکشا کیلئے پہنچ جائیں گے یہ خبر سنتے ہی ہم لوگوں
کے چہروں پر رونق آ گئی مگر 26 نومبر تک بھارت کی کوئی فوج یا کوئی امداد کیلئے نہیں آئی دشمن کی
طرف سے دباؤ بڑھتا گیا ہم لوگ اپنے گھر چھوڑ کر گرلز ہائی سکول میں رکھے گئے تھے کہ وہاں ملٹری کا کیمپ
بھی ہے ہم لوگ وہاں حفاظت سے رہ سکیں گے وہاں جانے پر پتہ لگا کہ وزیر راؤ رتن سنگھ ملٹری کے چیف ہیں
جو اندر جموں کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات ہی رات جموں کی طرف بھاگ گئے ہیں وہ صاحب ڈوگرہ ملٹری کے صرف
تھوڑے سے ہی سپاہی رہ گئے تھے جب ہم وہاں آئے دیکھو وہ سپاہی بولے آپ لوگ "فوراً" جہاں سے بھاگ
جائیں اب بچنے کی کوئی امید نہیں میرپور کے کچھ نوجوان لڑکے رکے تھے کر مکان کی تیسری منزل پر کھڑے
ہو کر دیکھتے تھے کہ پٹیل کی بھیجی ہوئی فوج شاید آ رہی ہے مگر معلوم پڑا کہ دہلی کے حاکموں نے بھارتی فوج کو میرپور
کی طرف آنے کی بجائے سیدھی نگر کوٹ جموں کی حفاظت کیلئے بھیج دیا ہے ادھر دشمن اب شہر میں داخل
ہو چکا وہ قبائلی پیچھے تو کر کر کے لوٹ رہے تھے گھر بار سامان کو آگ لگا دیتے سارا شہر دھواں دھواں ہو رہا تھا
اور آ رہا تھا دشمن کی گولیوں اور نعروں کی آواز ہماری طرف بڑھ رہی تھی ہم وہاں سے بھاگ نکلنے کے لیے
باہر نکل رہے تھے کہ سامنے پٹھانوں کا ایک بہت بڑا گروہ آتا دیکھا ہمارے نوجوانوں نے ان کا مقابلہ کرتے کرتے
وزیر کی کچہری میں پہنچے پیچھے سے سکھوں کا تو دروازہ بھی تھا دیکھا وہاں آ گئے ہی شہر کی بیتی سی

وہاں شور اٹھے ہوئے تھے مگر ان لوگوں کو ابھی تک یہ پتہ نہیں تھا کہ دشمن شہر میں داخل ہو کر حملے کر رہا
ادھر ہی آ رہا ہے ادھر بھگدڑی کر رہا ہے وہاں تھوڑا بھی اپنے گھر سے نکل کر آئے دیکھ ہم لوگوں
میں کھلبلی مچ گئی جلدی والوں کو بھاگتے دیکھ ہم لوگ بھی دلوں سے نکل کر بھاگنے لگے ابھی چند ہی قدم باہر گئے
ہی تھے کہ سامنے سے دشمن نے ہم لوگوں پر مشین گن کھول دی یہ وہی مشین گن تھی جو سرکار نے ملیشیا
والوں کو ہماری حفاظت کے لئے دے رکھی تھی ہم لوگ جلدی سے کسی کی خندقوں میں چھپنے کی کوشش کرنے لگے
کچھ وقت گذرنے کے بعد ہم میں سے کچھ سمجھدار لوگ یہ کہہ کر خبردار کرنے لگے کہ اب بچنے کی کوئی امید نہیں
نہ ہی ہم اپنی لڑکیوں اور عورتوں کی عزت ان درندوں سے بچا سکتے ہیں بہتر یہی ہے کہ جو ہتھیار ہمارے
پاس تھوڑے سے بچے ہیں ہم اپنے ہی پریواروں پر استعمال کریں یہ فیصلہ ہوتے ہی ہم لوگوں نے دھڑا دھڑ
لڑکیوں اور عورتوں کو مار ڈھیر لگا دیا اتنی دیر میں اندھیرا ہو گیا ہم بچے کچھ لوگ ایک جنگل کی طرف
بھاگے وہاں سے ایک راستہ کسگوما کی طرف اور دوسرا راستہ منادر کی طرف جاتا تھا ابھی سوچ ہی رہے تھے
کہ کس راستے پر چلیں اتنی دیر میں پھر دشمن کی ٹک ٹک بندوق کی آواز آنے لگی ہم سب بھگوان کا نام
لے کے ایک طرف دوڑنے لگے نا معلوم یہ راستہ کدھر جاتا تھا تھوڑی دور پر دیکھا ہماری ہی طرح مصیبت کے مارے
کچھ اور لوگ ایک طرف سے بھاگتے آ رہے ہیں وہاں ہمیں کچھ مکان نظر آئے جو بالکل خالی پڑے تھے ہم نے
ان مکانوں میں گھوم پھر کر دیکھا وہاں پانی سے بھرے کچھ مٹکے نظر آئے پہلے تو ہم پیاس کے مارے ان مٹکوں
سے پانی پینے لگے مگر کسی نے کہا ایسا نہ ہو ان مٹکوں کے پانی میں زہر ملا ہو لیکن کچھ تھوڑے سے منچلے لوگوں نے
پھر بھی پانی پی لیا پانی پیتے ہی کچھ لوگ تڑپ تڑپ کر مر گئے ایک گھر میں ایک بوری میں باجرہ
نظر آیا ہم نے بھگوان کا شکر کیا وہ باجرہ کوٹ کوٹ کر اپنی جیب جیب بھر لیں اور بچوں کی جیبیں بھی بھر دیں
ان لوگوں سے کچھ آدمی اس علاقے کے واقف تھے انہوں نے کہا یہ راستہ کیرن کو جاتا ہے ہم ادھر بڑھنے
لگے تھے کہ ایک جیون نام کے آدمی نے ہمیں روک کر کہا ادھر مت جاؤ ~~کیونکہ کیرن تو~~ کیونکہ کیرن تو پاکستان
سے صرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے پھر تو اس وقت تک تباہ ہو چکا ہوگا شناسنی ہم دوسری

طرف بھوک پیاس سے ڈر گئے بچوں کی بُری حالت تھی ہم تقریباً 3 بجے کے قریب ایک پہاڑی کے نیچے
پہنچے بھوک اور پیاس سے سب کی جان نکلی جا رہی تھی پاؤں سے خون بہہ رہا تھا پھر دیکھتے
دیکھتے ایک دو عورتوں نے جن سے اپنے بچوں کا رونا نہ دیکھا گیا برداشت نہ ہو سکا اپنے جگر کے ٹکڑوں
کو دور جھاڑیوں میں پھینک دیا بہت سے تو ابھی زندہ تھے مگر گھٹ گھٹ کر مر گئے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ میرا
کون کون سا پریوار کا آدمی ہے بھی یا نہیں زندہ ہے یا مر چکا ہے کسی کو ایک دوسرے کا علم نہیں تھا ہر
ایک کو اپنی ہی جان پیاری ہوتی ہے وہ پہلے اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگ رہا تھا کسی طرح چلتے
چلتے تیسرے دن پہنچے ہم لوگ اس پہاڑ کی سردی میں تھر تھر کانپ رہے تھے اور اتنی سردی کے کارن
اکڑ کر مر گئے اتنی دیر میں دیکھا کہ کچھ فوجی آئے انہوں نے ہمیں سردی اور بھوک سے تڑپتے دیکھ
اپنے کمبلوں میں لپیٹ دیا انہوں نے آگ جلا رکھی تھی اور اس آگ پر مکئی کے بھٹے بھون بھون
ہم سب کو کھانے کو دیئے اور آگ کی گرمی سے ہم لوگوں کے جسم میں جان آئی وہاں کچھ دیر آرام
کرنے کے بعد ہم لوگ آگے چل دیئے جب ایک پہاڑ کی چوٹی پر جانے سے ہمیں وہاں سے شفیلدہ قصبہ نظر آیا
لیکن اس طرف جانے کی کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہیں بیٹھے رہے جان کو کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ دشمن
پہاڑ کی دوسری طرف تھا پہاڑی سے نیچے اتر کر ایک راستہ پر بڑھے سامنے ایک پانی کا نالہ بہتا نظر آیا
ہم لوگ کئی روز سے پیاسے تھے نالہ دیکھتے ہی ہم سب لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح پانی پر ٹوٹ پڑے پانی پی کر
آگے بڑھے تو دیکھا وہاں بہت سے فوجی ہزاروں کی تعداد میں کھڑے بندوقیں لیے کھڑے تھے وہ علاقہ مظفرآباد کا تھا
ہم سب لوگ دوڑ کر ان فوجیوں کے پاس پہنچے ہم سب نے ان فوجیوں کو قصہ سنایا کہ ہم لوگ
پریوار کو تباہ کر کے چلا ہے جو بندوقیں توپ کے بارے میں ہیں کیا یہ کھلونے ہیں جو آپ لوگوں نے سرکار نے
کیسے کیسے دے رکھے ہیں کیوں نہ توپ لوگوں نے آگے آکر ہمیں دشمن سے بچایا ہماری حالت دیکھو
کیا ہو رہی ہے ہماری بیٹیاں عورتیں بچے تڑپ تڑپ کر آپ کی توپوں سے کچھ دشمن کی ٹولیوں
سے گھبرا کر پہاڑی پر ہماری بہت سی بیٹیوں نے کشتی کنوؤں اور دریا میں کود کود اپنی آبرو

بچانے کی خاطر جا رہی تھی۔ ہماری بائیس رائفل جوانوں کی ٹانگوں میں زخم ہو گئے ہوئے تھے
ہزاروں کی تعداد میں تربیت یافتوں کے ساتھیوں کے مرنے عورتوں کی عزت لٹنے کی خبریں مل رہی تھیں
مگر کیا ہوا ہم ابھی راستہ میں دشمن کو مارتے ہوئے پیریٹ کرتے یہاں تک پہنچے ہی تھے کہ
پیچھے ہیڈ کوارٹر سے ایک حکم رکنے کا حکم مل گیا کیونکہ پنڈت نہرو نے ۰۷۰۵ لا کی سیز فائر کی
شرط مان لی تھی ہمیں آگے بڑھنے سے روک دیا گیا اگر ہمیں رکنے کا حکم نہیں ملتا تو ہم کبھی کے میرپور
سے مار کر دشمن کو ختم کر دیتے ہم نے پوچھا جو سردار پٹیل نے دلی سے ہماری رکشا کیلئے فوج بھیجی تھی وہ کیوں
نہیں آئی تو انہوں نے کہا وہ فوج شیخ نے اپنے بچوں کی رکشا کیلئے سری نگر کی طرف بھیج دی تھی جموں
بھیجنے بھیجا تھا ہم نے نوشہرہ وغیرہ کا تمام علاقہ دشمن سے خالی کروا لیا تھا مگر بدقسمتی ہم افسران کے
حکم کی حکم عدولی نہیں کر سکتے تھے آپ اب بے فکر ہو کر تھوڑی دیر آرام کر لیجئے آپ یہاں سے
آپ سب ہو کے ٹرکوں پر جموں جا سکتے ہیں ہم تھوڑی دور ترئٹ کوٹلی کے لوگوں کو نکالنے
کیلئے گئے ہیں وہ آتے ہی ہونگے ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی کہ کوٹلی دشمن کے نہیں ہمارے ہی قبضہ میں ہے
میرپور کے اجڑنے کے سات دن بعد کوٹلی کے لوگ جھنگڑ پہنچے کوٹلی میں تمام لوگوں کو اپنے جوانوں
نے آرپار کا ہی رہنا ضروری سامان لیکر آنے کو کہا وہ تمام کوٹلی کے لوگ دو دن آرپار کے ساتھ اندر
میں رکھے پھر ٹرکوں پر بیٹھ حفاظت سے کوٹلی سے نکل کر ابھی چل دیا جب جھنگڑ پہنچنے کے پل تک ہی پہنچے تو
کہ دشمن کا ایک گولہ اوپر آ نکلا مگر کیا تی فوج کے آگے وہ ایک گھنٹہ تک بھی نہیں پکڑ سکا پل کو بچا کر جوانوں
نے توڑ دیا تھا کہ دشمن پل کو پار کر ادھر نہ آ سکے وہ تمام لوگ باحفاظت جھنگڑ پہنچ گئے
اسی شام ایک جہاز نے ادھر سے اس میدان میں جب ہم سب بیٹھے گاڑیوں کا انتظار کر رہے تھے
ادھر سے روٹیوں کے پیکٹ گرائے ہم سب نے آج چھ دن کے بعد روٹی کھا کر پانی پیا جموں سے ہیلی کاپٹروں
نے کچھ گاڑیاں بھی اور بھیجیں ہم سب لوگ ان گاڑیوں پر سوار ہو کر نوشہرہ پہنچ گئے نوشہرہ
کے اردگرد دشمن بیٹھا تھا ہمیں گاڑی سے باہر نہیں نکلنے دیا ہماری گاڑیوں کے چاروں طرف

حملہ آوروں نے گھیرا ڈال دیا ہم اپنے اپنے پیاروں کو کسی کا باپ نہیں کسی کی ماں نہیں کسی کا بیٹا نہیں

اور کسی کی بہن نہیں یاد کر رو رہے تھے دیکھ کچھ ~~[illegible]~~ نے فوراً ہی [illegible] کے جوانوں

نے ہر ایک کو آٹھ آٹھ پوریاں کھانے کو دیں دن نکلنے پر جب چاروں طرف سے علاقہ دشمن کا

صاف ہو گیا ہم سب [illegible] گاڑیوں میں بیٹھ جموں کی طرف چلے [illegible] کہ [illegible] لوگوں کی

جیبیں [illegible] نوشہرہ اور [illegible] کے گاؤں کے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی پر [illegible]

بزرگوں اور بچوں عورتوں کو گاڑیوں [illegible] تمام جوان جیپوں پر [illegible] کے ڈنڈے پکڑے

[illegible] ٹیک دس روز بعد ہم اپنے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو لے کر جموں آئے

ہم سب کو [illegible] کی سکول کی چھاؤنی میں [illegible] اور کچھ لوگوں کو راجوری نوشہرہ

کوٹلی وغیرہ کے لوگوں کو [illegible] سب کو [illegible] R.S.S. کے کیمپ [illegible]

نے ہم [illegible] لوگوں کی امداد کی جس کو ہم جیتے جی کبھی نہیں بھول سکتے

ہم سب کو [illegible] ہم کو نا [illegible] ہم [illegible] یہاں [illegible] اور [illegible] ہم

[illegible] رنگ کو [illegible] جنگلوں میں رہنے والے ہم [illegible] سخت سرد راتوں میں زمین پر

بغیر کسی بستر کے سونے کی کوشش کرتے مگر نیند کہاں آتی ساری رات اپنے پیاروں کو لوگوں

کو یاد کر کے [illegible] کر راتیں کاٹا کرتے دوسرے دن [illegible] اور شیخ محمد عبداللہ ہمارے

سکول کے کیمپ میں آئے اس وقت ہم تقریباً [illegible] بچے [illegible] بڑے [illegible]

مار [illegible] تھے [illegible] شیخ عبداللہ کو [illegible] مہر چند [illegible] جھک پڑے

تقریباً تمام لوگ مارے جا چکے تھے [illegible] کی طرح [illegible] اور شیخ عبداللہ کا [illegible]

[illegible] یہاں [illegible] ہم لوگوں نے جان [illegible] کر

[illegible] کے مرنے کے لئے فوج [illegible] اپنے [illegible] کی امداد کے لئے بھیج دیا اور [illegible]

[illegible] کوٹلی نوشہرہ اور [illegible] کی تعداد میں لوگوں کو مروا دیا [illegible] مہر چند [illegible]

میں نے کرشن کے ساتھ ڈوگری بھی بولی جاتی ہے تم کس سے بات کر رہے ہو چودھری مہردین گھور کر بولی
ہاں میں اسکو بھی جانتی ہوں اور مجھے تم کو بھی جانتی ہوں میں ہوں تم نے یہ ساڑھی لال رنگ کی پہن
رکھی ہے تو ہی شاید اس سے شادی کرنے گئی تھی میں نے چودھری مہر دین کا شناختی ہے تمام لوگ
کرشنا پر برس پڑے کرشنا کی وہ حالت ہوئی جو بیان نہیں کی جا سکتی وہ ایک دم سہم
سے بیٹھ گئی کبھی بھی جان پہچان والے نے کرشنا کی کوئی امداد نہیں کی اور نہ کوئی زیادتی ہی بولا
اب جموں میں گئی تھا نہیں پر یہ دیکھ لیں کیونکہ ہم نے ایک بیماری تک بنائی ہیلتھ کالج میں بنا جس میں صرف
عورتوں کو ہی رکھا گیا تھا بچے زنانہ تھے جنگ گھوٹی بازار کیمپ میں رکھا گیا اور مردوں کو کھوکھ کوان درم
عالم میں رکھا گیا پر ایک کیمپ سے دوسرے جانے کی آوازیں دن رات آتی رہتی تھیں کشیدہ تشدد
معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے رشتہ داروں کے پیر والے زخمی ہو گئے ہیں ماں باپ سے ان کے بچے اور بچوں سے ان
کے ماں باپ کوئی کسی کو پیار دینے والا نہیں تھا اس کرائسس کی سردی میں بے سہارا ساری رات
ٹھٹھرتے رہتے تھے ہر ایک جسم کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے جموں پر اس وقت سکول کالج پورے کے
پورے بند پڑے تھے یہ دور دراز شہر جو دور دراز کی راجدھانی اور شان تھی وہ ختم بالکل
شمشان جیسی دکھائی دیتی تھی مجھے بیاہ رات کے پچھلے سال جب پانڈو ویٹ اور بیٹیاں پور کی لڑکی
ہر ہیر راجہ ہر ~~ہیڈماسٹر~~ ہیڈ ماسٹر کو عطا کر کے تنگ کیا گیا تو بیاہ کو ہیڈ ماسٹر نے کہا اس حالت
میں مجھ سے نہیں رکھ سکتا بعد کو بھی دیکھا ہوں مجھے اتنا یقین ہے بوڑھے مرد یا عورتیں ہی
نا امید اور دکھی نظر آتی ہیں ایسے میں مجھے نہیں رکھ سکتا اس لئے لڑکی چھوڑ دینی تھی کیونکہ
سمجھتے تھے ایسے ہر بات کی راہ لی ایسی ہی حالت تو جموں شہر کی بنی ہوئی تھی تھوڑے دنوں بعد
کچھ بچے کھچے لوگ کشمیر سے آئے جموں آتے ان کے گھر نے کہا کہ ہم بیویوں نے ہی ان کے جسم
پر لگے زخم دھوئے اور کشمیر کی حالت جاننے کیلئے ان سے دریافت شروع ہوا کشمیر پاکستان
کی سرحد سے صرف ۳ میل کی دوری پر تھا پاکستان اور کشمیر کے درمیان نہ تو کوئی پہاڑ تھا اور

کوئی دو یا پاکستان بننے کے بعد جب میر پور کی تحصیل نے الحاق کر دینے کا اعلان کیا تو ہم میرپور رہنے والے
مسلمان تو رہتے تھے مگر ہم دونوں تو سب دلہن کی پتلیوں کی طرح پھول پھول کر رہتی تھیں
ہم نے صرف دونوں کو تسلی دی کہ ہمارے ہوتے آپ کو کسی طرح کا خطرہ نہیں ہم نے ان مسلمانوں
کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور رات کے اندھیرے میں ان سب کو جو پاکستان جانا چاہتے تھے
با حفاظت ریاست کی حد پار کرا پاکستان پہنچا دیا مگر ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ جب
دشمنوں پر ہم مہربانی کر رہے ہیں وہ ہی ہماری جان کے دشمن بن جائیں گے ان لوگوں نے
پاکستان جا کر ہماری ہر کمزوری بتا دی ہے اور تعداد بتا دی اور قبائلیوں کو ساتھ لے
ہمارے شہر پر حملہ کروا دیا ہمارے پاس اپنی حفاظت کیلئے کوئی ہتھیار تھے اور نہ ہی حکومت کی
طرف سے کوئی انتظام کیا گیا تھا صرف چند ملٹری کے سپاہی تھے ایک کیمپ میں رہ رہے تھے
پاکستان نے ہمارے شہر کے بھیدیوں کے ساتھ مل کر ہمیں تباہ کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی
جموں کی طرف سے ہماری مدد کیلئے کوئی فوج نہیں آئی دشمن ہم کو گاجر مولی کی طرح کاٹتا ہوا
آگے بڑھتا آرہا تھا ان دنوں ہمارے شہر میں ایک مشہور ویدیہ جی ہر پرچہ پوری کے تھے جن کی رہائش رکھتے تھے
ایک ٹھاکر جو دھیان ناتھ تھا دنیا ناتھ ہماری دیکھ بھال کی اور مجھ سے چھوٹا سا تھا جب
ہمیں ہر طرف سے مایوسی کا عالم نظر آیا تو رگھو دھیان ناتھ جی جن نے ہم سب کو ایک دم اپنے گھر
اکٹھے ہونے کے لئے بلایا اور گھر کا دروازہ کھلا رکھا اور بتایا اب ہم دشمنوں سے بچنے کی کوئی امید
نظر نہیں آتی اس لئے ہمیں وہ قدم اٹھانا چاہئے جس سے ہم کسی بھی حالت میں زندہ دشمن کے
ہاتھ میں نہ آئیں تمام لوگ ویدیہ جی کی بات سن چپ ہو گئے تب ہی کوئی راستہ بتا دیں
جس سے ہماری عزتوں اور بیٹیوں کی بے حرمتی نہ ہو اتنی دیر میں رگھو دھیان ناتھ کی بیٹی
ایک تھال بھرا تھا لاکر سب کے سامنے رکھ دیا اور کہا کیا گیا یہ بھری میں نے اپنے ہاتھ سے
زہر ملا کر بنائی ہے اس بھی آگے بڑھو اور دشمن کے ہاتھوں مرنے اور رہنے سے بچانے

~~اور اپنا دھرم بچانے کے لئے پٹھانوں کی زبردستی سے دور الٹے کہہ کر اجودھیا ناتھ نے سب سے پہلے برفی کا ٹکڑا بیٹی نے منہ میں~~
~~ڈال دیا پھر اپنی جان دے دی لیکن پھر تب تک زہر سے بیٹی نے لی برفی کی اور تڑپ تڑپ کر پران دیا شہید~~
~~تھا سب ہی نے موتوں کے ڈر سے ہی لوگوں نے جھٹ پٹ برفی کے ٹکڑے کھا کر پران تیاگ دیئے~~

اور اپنا دھرم بچانے کے لئے پٹھانوں کی زبردستی سے دور الٹے کہہ اجودھیا ناتھ نے برفی کا ایک ٹکڑا رکھا
سب سے پہلے اپنی بیٹی کو کھانے کو دیا برفی کھاتے ہی زہر کی وجہ سے بیٹی تڑپ تڑپ کر مر گئی
پھر گھر والوں نے آگے بڑھ کر اپنی لڑکیوں کو، بچوں کو، بزرگوں کو اور خود برفی کھا کر جان دینے شروع
کر دیئے۔ اجودھیا ناتھ کے اس کمرہ میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے جب تقریباً اس کمرے میں رکھے
ہوئے تھے جو کچھ ان کو پیارے ہو گئے تو اجودھیا ناتھ نے کہا کہ ہم جلد ہی میں زرا دشمن سے دو دو
ہاتھ کر کے وہیں مرونگا سب میں سے جو لوگوں کے ساتھ اپنے سر ملونگا۔ اجودھیا ناتھ۔ جگدیش اور بھی
کئی نوجوان مکان کی چھت پر چڑھ گئے اپنی بندوقوں سے دشمن کا مقابلہ کر کے کئی دشمن مار
گرائے مگر تب تک وہ دشمن کے آگے کھڑے تھے کیونکہ دشمن کی تعداد بہت بڑی تھی پھر بھی اور بھی
بہت سے ہندو شہیدی کی سالک بنائے اجودھیا ناتھ کے لڑکے نے آکر دیکھا کہ لاشوں کے
ڈھیر لگے ہیں آتم سمرپن کرنے کے لئے برفی ختم ہو گئی تھی دشمن کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ
کر سب کے سب لوگ مکان کے باہر نکل ایک طرف بھاگنے لگے اتنی دیر میں اور بھی بہت سے لوگ
اپنے گھر چھوڑ کر بھاگنے لگے اور یہ بھی ان لوگوں نے آئے جب کبھی کوئی کنواں نظر آیا اس میں کود کود
اور لڑکیوں نے چھلانگ لگا کنوؤں کو بھر دیا کنویں بھی جب اوپر تک بھر گئے پھر بھی لوگ اور آگے
بڑھتے ہوئے آگے ایک اور باؤلی دیکھ اس میں پران سمرپت کر دیئے مہارانی پدمنی کی طرح میں
ضلعی کو اپنے جسم کو بچانے کے لئے پھر ایک بار بھی پدمنی اور دھارن کر لیں
جو لوگ ایسے اپنے گھروں کے اندر چھپ کر بیٹھے تھے ان لوگوں کو ان کے مکانوں کے اندر ہی
زندہ جلا دیا پھر کے بعد دیوا بالم شاید ... زیادہ آبادی راجپوت لوگوں کی

لیے یہ وقت بڑے درد میں پہونچیا رہے تھے ہیں یہاں کے بہت سے نوجوان ڈوگرہ فوج میں ملازم تھے جہاں
بھی ونڈ پنڈی فیکٹریٹ لڑائی کرنی ہوتی تھی وہاں پہ بٹالین کی یونٹ کو بڑا پیار کرتے تھے جنگ زخم
ان کی تعداد کی بہادری کسی کام نہ آ سکی کیونکہ بہت بڑی فیکٹری نے ان کی بہادری کی وجہ سے زیادہ
سے زیادہ ہو ریاست کی فوج نہیں رکھ سکتا وہ یہاں کے نوجوان ملٹری میں بھرتی ہو کر دوسرے
پشاور دن میلوں تک
علاقوں میں ڈیوٹیاں دے رہے تھے ریاست کی حد پاکستان تک پھیلی ہوئی تھی قبائلیوں نے جب
میرپور پہ حملہ کیا تو وہاں کے ہندو سکھ لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکے قبائلی حملہ آوروں نے بچوں اور
بوڑھوں کو تو ہزاروں کی تعداد میں قتل کر کے عورتوں کو بندی بنا لیا جو بچ سکے جو بچ
بچ کر جموں آئے تھے بدلے کٹے ان میں زیادہ تعداد زخمیوں کی تھی جن کے جسم سے گولیاں
کی مار سے خون بہہ رہا تھا ۔ سال 1947 سے پہلے ہمارے میرپور کی آبادی 35 ہزار سے
بھی زیادہ تھی لیکن میرپور پر حملے کے بعد صرف 2½ ہزار لوگ ہی بچ کر جموں پہنچے ۔
اس کے کچھ دن بعد پاکستان نے علی بیگ کیمپ میں بندی بنائے لوگوں میں سے ایک ڈاکٹر
مانک چند اور دوسرے رگھو نندن کھیتی کو جموں بھیجا یہ پیغام دیا کہ تم ہمارے آدمی
چھوڑ دو جتنے آدمی تم چھوڑو گے اتنے ہی آدمی ہم تمہارے جموں بھیج دیں گے ۔ فیصلہ ہوا کہ
دونوں طرف سے تین تین لاریاں بھر کر ایک دوسرے کے ملک میں بھیجی جائیں یہ سلسلہ تھوڑے
دن چلتا رہا مگر پاکستان نے ان قیدیوں کا بھیجنا بند کر دیا اس سے پہلے جو آدمی علی بیگ کیمپ
سے رہا کر پاکستان نے جموں بھیجے ان کی حالت بالکل مردوں جیسی تھی مرنے والی ہر ایک کی شکل
سے پتہ چلتا تھا کہ یہ کتنے دنوں تک زندہ رہ پائیں گے ان آدمیوں میں کچھ نوجوان لڑکوں نے لاریوں سے لاشوں
کی طرح نیچے اتار کر دیکھا جا رہا تھا کہ ان کے جسم خون سے بھر گئے تھے تب سے کچھ کچھ ہوش ہو رہی تھی
چل رہی تھیں ان کے جسم سے اتنی بدبو آ رہی تھی کہ ناک پر رومال رکھ کر ان کو دیکھا جاتا تھا کیونکہ
ان کو مار کی وجہ سے اور کمزوری کی وجہ سے کئی ہفتوں تک ان کی ہوش نہ ہو سکے

وہ اپنے کپڑوں ہی میں پیشاب کر دیتے تھے اور سب سے پہلے ان کو گاڑی سے [اتار کر] پانی سے نہلا کر ان کے کپڑے
دھوئے گئے ان کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے اور کچھ لوگوں نے اپنے شریر پر ٹاٹ لپیٹ رکھے تھے
اپنے گھروں میں لاکھوں میں کھیلنے والے سکھوں اور ہندوؤں کو [illegible] کے ہاتھ میں ہم میووں
کی بیر جانی سے [illegible] رکھ ½ روٹیاں اور جیل کے لوگوں کے گھروں سے لائی سبزیاں کھا کر
زار زار روتے تھے ہم نے ان لڑکوں سے پوچھا کہ تمہاری یہ حالت کیوں ہو گئی کیونکہ اپنے جسم
کی بھی ہوش نہیں تھی انہوں نے بتایا کہ یہ کھانا ہمیں علی بیگ کیمپ میں دیا جاتا تھا اس آٹے
میں چونا اور ریت ملا ہوتا تھا جس سے ہوتا تھا اس کا اثر ہم سب کی انتڑیوں میں زخم ہو گئے اور پیچش لگ
لگی تھی کئی کئی ہفتے نہ ہونے کے کارن کب پیشاب ہو جاتا تھا اور کب ٹٹی ہو جاتی تھی ہمیں پتہ
ہی نہیں چلتا تھا پیٹ سے لوگوں کے شریروں پر پھیلا ہوا تھا کے زخم زخموں سے خون رستا رہتا
تھا [illegible] جب ان لوگوں کو کچھ ہوش آئی تو انہوں نے اپنے پر میرپور میں بیتی آپ بیتی سنانی
شروع کی 26 نومبر 1947 کو جب ہم لوگ اپنے گھروں سے بھاگ کر اپنے [illegible] وزیر کی کچہری میں
بھاگ گئے تو ہم سب میں سے پہلے ان دشمنوں کی ٹکڑیاں [illegible] میں بٹ کر ان
لگے کچھ دشمن کی ٹولیوں کا شکار ہو گئے ہم میں سے کئی نوجوان اپنے مکانوں کی چھتوں
پر سے دشمن کا مقابلہ کرنے لگے مگر دشمن کی تعداد بہت بڑی ہونے کے کارن ہم ان کا مقابلہ نہیں
کر سکے انہوں نے شہر میں داخل ہو کر پہلے ہر گھر کو لوٹنے اور لوٹ مار کے بعد ہر مکان کو آگ
لگا دیتے بہت سے لوگ گھروں کے اندر ہی زندہ جل گئے کچھ لوگوں کو دشمن نے پکڑ لیا کچھ جو بھاگ
[illegible] کے اندر ہی رکے ہو کر چھپے بیٹھے تھے ان میں سے دو بھائی [illegible] لال [illegible] اور [illegible] پرکاش
دونوں کے ہاتھ میں بندوقیں تھیں لئے دشمن کا مقابلہ کرنے لگے 3 روز تک ان دونوں بہادر ویروں نے
کسی بھی دشمن کو [illegible] قریب نہیں آنے دیا آخر آخر ان کے پاس بندوق کے کارتوس
ختم ہو گئے ان دونوں نے [illegible] تین روز سے کھانا نہیں کھایا تھا نیچے کے کمرے میں کچھ [illegible]

روٹیاں بنا کر دیں ان دونوں سب پٹھان کو کئی روز بعد کھانا نصیب ہوا تھا انہوں نے کہا کہ ہم کسی بھی صورت
میں دو بچے نہیں چھوڑ سکتے تم ایسا کرو روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ہماری جیبوں میں بھر دو
ہم سے تم ساتھ بندوق بھی چلا سکتے ہو اور دو تین تھیلے بھر کر لے لیں گے ان دونوں سب پٹھان
نے بانسوں ... کا ... دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے رات تک ایک گولی لال چند
کی ٹانگ میں لگی ٹانگ سے خون کا فوارہ بہہ نکلا مگر لال چند کے منہ سے اُف تک نہیں نکلی اس
نے بڑی شانتی سے گولی کا ... برداشت کرنے کی ہمت کی مگر جب ٹانگ سے زیادہ اٹھا
اور زیادہ خون بہنے لگا تو برداشت سے باہر ہو گیا دیکھ لال چند نے اپنے بابا کی چندر پرکاش
کو کہا تم ڈٹے رہو پیچھے نہیں ہٹنا میں اب تو جا رہا ہوں جب چندر پرکاش سے بابا کی کہانی
چھوٹے بچوں اور کا ... بھی تقریباً ختم ہو گئے دیکھ چھت سے نیچے صحن میں آ کر ہم
دروازوں پر زور ... سے کیا ... ایک دم وہ ساتھ ... کھڑے ہیں
کہ دیکھو اور اپنی لاج بچا لو ایسا کہہ اپنی بندوق کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ گھوڑا دبا دیا
جب دھواں ... گولی چلنی بند ہو گئی ہو تو دشمن ایک دم آ رہے مکان کا دروازہ توڑ
اندر داخل ہو گئے تو دشمن کو لاشوں سے بھرے کمرے کے علاوہ کوئی بھی زندہ
انسان نہیں ملا ... سب ہماری ... رشتہ داروں کا بھی برا حال ہوا ...
تو قتل کر ... کرنے کے بعد ... عورتوں اور لڑکیوں کو پکڑ لیا گیا تو
ان ... کے چھوٹے چھوٹے بچے ... کر ... بکریوں کی
طرح ہانکنے لگے راستے میں سنگلا نہر آنے پر سب نے ... اپنی دادی کی بات میں بات طے
کر دیا کہ اب ہندوؤں کی عزت کسی بھی طرح نہیں بچے گی اس لئے جیسے ہی ہم ...
سنگلا نہر کے پل پر پہنچیں ایک دم سب کے سب نہر میں چھلانگ لگا کر اپنے پران دے
لاج بچا لو جیسے ہی ہم ... نہر کے پل پر پہنچے ہم نے زور زور سے بات شروع کی کہ

سب لوگ کھٹک کھڑے سے آہستہ آہستہ چلنا پڑا کیونکہ یہاں نہر میں پانی بہت زیادہ ہے کوئی نہر میں
گر نہ جائے یہ بات صرف عورتوں اور لڑکیوں کو ایک قسم کا اشارہ دینے کی گئی تھی
سب عورتوں اور لڑکیوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کر
جیسے ہی پل پر آئیں اکٹھے دریا کی تہ میں نہر میں چھلانگیں لگانی شروع کر دیں
جب تک دشمن سمجھ سکتا تب تک بے شمار لڑکیاں دریا میں اپنا بلیدان
دے چکی تھیں = جیسا کہ میں نے پہلے شری اندر پرکاش جی نے جو دیکھا اور سنا کہ جب
میرپور کے بہت سے لوگ وزیر کی کچہری میں جان بچانے کے لئے جا کر رہے فوجی جوانوں کے وزیر
رائے تقی سنگھ اپنی سرکشا کئے بغیر راستے ہی رات جموں کی طرف بھاگ گیا تھا تمام
لوگوں نے نراش ہو کر یہ فیصلہ لیا کہ ہم کو اپنے بچنے کے لئے کوئی
سادھن اور راستہ نظر نہیں آتا تو کیوں نہ ہم ان دشمنوں کے چنگل سے اپنی لڑکیوں اور
عورتوں کی عزت بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اپنی ہی تلواروں سے ہم اپنی تمام
لڑکیوں اور عورتوں کو کاٹ کر لبدیں اپنی بلی چڑھا دیں ایسا فیصلہ لیتے ہی ان
لوگوں اپنے ہاتھوں سے اپنی ماں - بہنیں اور لڑکیوں کو دھڑا دھڑ کاٹنا شروع کر دیا
جب لوگوں کے پاس نہ ہتھیار نہیں نہ زہر تھا مگر زہر کھا بلیدان کر دیا بیٹیوں نے اپنے ہاتھوں
اپنی ماں باپ اور بھائی بہنوں نے اپنی لاڈلی بہنوں کو کاٹ موت کی نیند سلا دیا
جہاں تک آدمیوں کے بہادری کے جوہر دکھا اپنے سینے پر پتھر رکھ اپنی بیویوں اور بچیوں کو
کاٹ دیا ان لڑکیوں اور عورتوں نے بھی اپنی عزت کے لئے جان قربان ہونے سے کسی نے بھی
انکار نہیں کیا نوجوانوں نے دشمن کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنی ہی بندوق سے ایک دوسرے
کو گولی کا نشانہ بنا کر لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے لاشوں کے خون سے کچہری کا پورا
احاطہ خون کا دریا بن گیا تھا دشمن جب کچہری میں داخل ہوا تو اس کو

پوری کہانی لاشوں سے بھری پڑی ملی مگر دشمن نے جو اپنی کمینہ ثبوت دیا جس کی
مثال کسی بھی کال میں کسی بھی اتہاس کے پنے میں نہیں ملتی کہ انہوں نے مردہ عورت
کے جسم سے نوچ نوچ زیور اتار لیے اور زیوروں سے ٹھکے ہوئے اپنے پیروں
سے صاف کر جیب بھر لئے ان دیویوں کی عزت بچانے کیلئے جن نوجوانوں نے
اپنے ہاتھ سے اپنی بہنوں کی بلی چڑھائی وہ بھی کیسے ان ویروں کے پورے نام تو مجھے یاد
(ردیل)
نہیں مگر ان میں ایک نوجوان تھا ٹھاکر کا بیٹا جسونت جس نے اپنی ہی تلوار سے
سب سے پہلے اپنی جان سے پیاری - اپنی بیوی پھر اپنے جگر کے ٹکڑے بیٹے اور ایک
بوڑھی ماں سیتا دیوی کے علاوہ جو بھی دیوی کے ٹھوکر کے سامنے آئی اور کہا
بیٹا میری عزت کی رکشا کیجئے سب سے پہلے میری گردن کاٹ دو اور جب اپنی گردن
جسونت کے آگے جھکا دی جسونت کی تلوار چنڈی دیوی کی طرح چل رہی تھی
اسکی تلوار سے سر جھکانے والے پیاری کا سر دھڑ سے الگ ہوکر گر جاتا تھا
جسونت نے اپنے بڑے بھائی کی چھوٹی بیٹی اور بوڑھی کو اپنے سگے بھائی ستونت کا سر بھی
تلوار کے وار سے دھڑ سے الگ کر دیا تلوار چلاتے چلاتے اسکے ہاتھ تھک گئے
نہ جانے کتنی دیویوں کی اس نوجوان نے بلی دی [illegible] اپنی تلوار اپنے پیٹ
میں گھونپ کر مر گیا شانت ہو گیا جسونت کے علاوہ لشکر ناتھ اسکا ماما اور دینا ناتھ
وغیرہ نے بھی اپنے بچوں اپنی ہی پریوار کے لوگوں کے سر دھڑ سے الگ کر اپنے جیتے جی
کسی خیال کا ہاتھ اپنی عورتوں اور بیٹیوں پر پڑنے سے پہلے ہی ان کو موت کے
گھاٹ اتار دیا اور خود ایک دوسرے کے درخواست کرکے پھر ان کے سر دھڑ
سے جدا کر ملیچھوں کو بتا رہے ہیں ان دیر ... کے بعد ایک پھر دکھا دی ہندوانی
بتاتے دیوتا دیوی جو چھوٹی عمر سے ہی دھرم کے کاموں میں

مہا لیتی اور اپنی جا بلیتھ سے اس دیوی نے چیرپور کے آدھ سے ادھک لوگوں کو دیا دان
دیکر سدا چارنی بنایا چیرپور کی جیا جن برادری انکو بڑے آدر کی درشٹی سے دیکھتی تھی
ان کے بیچ بنتری جانکھنڈ جی پنڈت جیودی عمر میں ہی اس دیوی کو چھوڑ کر سورگ
سدھار گئے تھے اس دیوی کی اپنی کوئی سنتان نہیں تھی اس نے چیرپور کے ہر بچے کو اپنا
جان پوری جنتا اور لگن سے ان کو ودوان بنا رہی تھی چیرپور نواسیوں کے دلوں میں
اس دیوی کیلئے بہت سنمان اور پیار تھا اس دیوی نے جیونت - سمبونت - دینا ناتھ اور
لنبیرناتھ جو چیرپور کی لڑکیوں عورتوں کی لاج بچانے کیلئے صد انکی قربانیاں دے رہے تھے
ان کو مرتے دیکھ اس دیوان دیوی نے تلوار لے ہاتھ میں پکڑ سر پر پگڑی دھارن کر
پردیسی سے شانت چنڈی کا روپ بنا ہر ایک جیب کھول کبھی کبھی ہر عورت سے سر جھکے
جھکانے کو کہہ اسکی تلوار گردش میں منہ کے سدرشن چکر کی طرح چاروں طرف گھومنے
لگی اس نے اس ۶۵ سالہ عمر میں وہ جوہر دکھائے چیرپور کے بچے بچے اس کیا تک
کانوں سے سچ سن کر آیا ہوگا اور جس نے اس چنڈی کے روپ کو دیکھا ہوگا وہ ساری
عمر اس کے روپ کو نہیں بھول سکیگا - دیوان دیوی کے تلوار کے جوہر نے بہت سے ہمروں
میں انکے سر دھڑوں کے ڈھیر لگا دئے جب اس نے دیکھا کہ ہر ایک استری جا چکی
ہے کوئی اگر تو یہ باقی نہیں تو اس تلوار سے اپنی بلی چڑھا کر امر ہو گئی
اس ویرانگنا دیوان دیوی جی کو جس ~~شخص~~ ہر طرح اپنے آپ کو ہمارے لئے اور آنے
والی پیڑھی کیلئے ایک آدرش دکھایا اس مہان آتما کو ~~[illegible]~~ شت شت پرنام
بدیسی آپ بھی میرے دیش کی ویر اور ویرانگنائیں آ کر درشن دیں تو ان مہان
ہستیوں کے چرنوں کی دھول اپنے سر پر دھارن کر لیں اپنے آپ کو بڑا بھاگیہ شالی سمجھونگا
پھر نکٹ اب دوبارہ ہونا ناممکن ہے اس کا ان آنکھوں میں آنسو بھر ہیں پر مجھ سے ہر ایک شکتا

کرتا ہوں کہ ان دو یہ ترشماؤں کے سنسار میں پھر کبھی درشن ہوں کہ پھر اجیون
سپھل ہو جائے

اب آپ کو کھڑی ٹھٹھا نام کے گاؤں کی ویتھا سناتا ہوں یہ گاؤں
میرپور شہر سے تقریباً آٹھ میل کی دوری پر ہے جب میرپور میں قبائلی اور پٹھان داخل
ہو کر مار کاٹ کرتے آ رہے تھے تو یہ سماچار ہوتے ہی تب ہی اس کھڑی نام کے
گاؤں کی طرف آ نکلے میرپور کے لوگ دشمن سے مقابلہ کرنے کی تھوڑی بہت طاقت
رکھتے تھے مگر عورتوں اور بیٹیوں کی عزت بچانا مشکل دیکھ کر سیکڑوں ہیوں
عورتوں کی بلی چڑھا میرپور کا نام اجل کیا ان بہادر ویروں جنہوں نے دشمن کا
بڑی بہادری سے مقابلہ کیا ان کے نام ریٹائرڈ صوبیدار بھگت رام - ویر جیندر
راجہ ہرنبش سنگھ سردار ہیر سنگھ - ان شہیدوں کا دکھ ہے آپس میں مشورہ کیا
کہ ہم لوگ تو دشمن سے مقابلہ کر سکتے ہیں مگر ان بچوں لڑکیوں اور استریوں
کا جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا کیا کریں بھگت رام جو ان میں سب سے بڑے تھے
انہوں نے کہا یہی آپ میں صحیح ہے چل پر سچ کر کہ اپنے ہی ہاتھوں ان سب کو
اپنی اپنی بندوقوں سے ہمیشہ کیلئے آرام کی نیند سلا دو ورنہ یہ نہیں دشمن
ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا ایسا وچار آتے ہی ان بہادر ویروں نے اپنے ہاتھوں
اپنے ہی پریوار کے بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو سب اپنی بندوقوں سے سدا کیلئے آرام کی نیند
سلا دیا اتنی دیر میں بندوقوں کی آواز سن دشمن اس طرف بڑھے اللہ اکبر کے نعرے
لگا زوردار آواز سے کہنے لگے کہ کہاں جاؤ گے ہم تمہیں مار دیں گے ان کے جواب میں راجہ ہرنبش سنگھ
نے زور سے کہا سید کہاں گئے ہیں ان کو مارنے اور مرنے کیلئے ہی شیرنی نے دودھ پلایا ہوا
ہے ہم مر جائیں گے مگر اپنے اس پوتر شہر میں زندہ رہتے ہوئے ہیوں کا کچھ

جو کچھ بھی نہیں بچا دیئے گئے اس طرح دشمن سے لڑتے لڑتے آخری گولی ریزے تک مقابلہ کیا
اور دو جوانوں کی تعداد میں ان ظالموں کو مار کر خود شہادت کا جام پی کر امر ہو گئے
اسی طرح اور بھی کئی مختلف چوکیوں پر پہرہ دار کے بیٹے دشمن کو مار خود اپنی ہی بندوق اور
گولوں سے جام شہادت پیتے گئے۔ میرپور کی تباہی کے ذمہ دار تین ہی شخص کارن بنے
ایک تو پاکستان کا ظالم بھیس خان پٹھان خان دوسرا راؤ رتن سنگھ وزیر
اور تیسرا اسماعیل شاہ کرم چند جی ہمارے ایک صاحب ٹھاکر چند کہتے ہیں کہ ہم میرپور والوں
کے پاس 1500 سٹین گنیں بہت سی 12 بور کی بندوقیں اور بھی چھوٹے چھوٹے ہر قسم
کے ہتھیار تھے دیکھا جب پاکستان کی طرف سے ریاست پر حملے کی خبریں آنے لگیں
تو ہم کچھ ڈٹ رکے ہو کر راؤ رتن سنگھ وزیر کے پاس گئے ان سے پرارتھنا کی کہ ہم لڑنے
والے ایک ہزار جوان آپ کو دیتے ہیں ہمارے پاس بہت سا اسلحہ بھی ہے
اور ہماری ریاست کی ڈوگرہ ملٹری کے 800 جوان بھی یہاں ہیں ہم سب اکٹھے ہو کر
دشمن کو مار بھگانے کی طاقت رکھتے ہیں جو ہر طرح اپنے شہر کی حفاظت کریں گے
ٹھاکر راؤ رتن سنگھ نے ہماری اس بات پر کوئی دھیان نہیں دیا جب یہ خبریں آنے لگیں
لگیں کہ دشمن میرپور کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس کے دیکھتے ہی راؤ رتن سنگھ اپنی فوج
کے چند بچے جوانوں کو لیکر اپنی جان بچانے کیلئے ہم لوگوں کو دشمن کے حوالے کر کے رات ہی
رات جموں کی طرف بھاگ گیا جب ہم لوگوں کو راؤ رتن سنگھ کی اس کمینی کرتوت کا پتہ چلا
تو ہم لوگ حواس ہو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ٹھاکر چند نے بتایا جب میرے کیشو دل بھائی
کو راؤ رتن سنگھ کی کرتوت کا پتہ چلا تو وہ جھٹ میرے پاس آیا اور کہا کہ شہر کے
نوجوان ساتھیوں کو جمع کر کے دشمن سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاؤ کیونکہ اب
ہمارے چاروں طرف دشمن کا گھیرا بڑھ رہا ہے سب لوگ اپنے اپنے مکان

کی چھت پر مورچہ بنا مقابلہ کر دیا ہمارے پاس کافی اسلحہ تھا اس طرح پورے تین روز
پیر پور کے جوانوں نے دشمنوں کو آگے نہیں بڑھنے دیا آہستہ آہستہ ہم لوگوں کے پاس
کارتوس ختم ہونے لگے تھے پیر کوٹ سے نکل پیر پور نوسی ایک ہی مکان میں رکتے ہوئے
ادھر شہر سے باہر نکل کر آ گئے تھے ہم دونوں ایک پہاڑی پر چلے گئے وہاں دشمن نہیں پہنچ
پہنچ سکتا تھا لیکن ماحول ہمیں پیر پور پوری طرح علم تھا آتے ہمیں صاف دکھائی دے رہے تھے
ہم دونوں جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے وہاں اس پہاڑی سے جھنگڑ صرف دو میل
کے فاصلے پر تھا دشمن آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھتا آ رہا تھا ہم بھی دشمن کی گولی کا جواب
گولی سے دے رہے تھے پر حسین کے پاس صرف تین ہی گولیاں بچی تھیں میں نے
اپنی بندوق ایک شیوان نام کے برہمن کو دے کر کہا کہ تم مجھے میری دو بیٹیوں اور
میری بیوی کو ان گولیوں سے مار دو مگر شیوان نے وہ تین گولیاں بھی ہم پر
حملہ کرنے کی بجائے دشمن پر چلا دیں۔ میں نے شیوان سے کہا کہ تم نے ٹھیک نہیں کیا
اب خالی بندوق کس کام کی وہاں ایک بڑا سا گڑھا تھا وہ بندوق اس گڑھے
میں دبا دی ہم پریشانی حالت میں سوچ ہی رہے تھے کہ اب ہمارا کیا ہوگا اتنی دیر
میں ہمیں دور سے ملٹری کے کچھ جوان دکھائی دیے انہوں نے ہمیں آواز دے کر کہا جھاڑیوں
سے باہر نکل آؤ ہم تمہیں جھنگڑ سے دشمن سے بچانے آئے ہیں جب انہوں نے جھنگڑ کا نام لیا
~~تو ہم سمجھ گئے کہ یہ ہمیں دھوکا دے رہے ہیں یہ ہمیں لگا دشمن سے جا ملے ہیں~~
~~کیونکہ جھنگڑ تو کب کا دشمن کے قبضہ میں آ چکا تھا۔~~ ہم ان کے دھوکے میں آ گئے جو ان
کے ساتھ چلنے لگے ہمارے ساتھیوں کی تعداد 132 تھی جن میں 104 ہندو اور 28 سکھ
تھے وہ ہمیں گھما کر جو کسی گاؤں کے پاس ایک گاؤں میں لے گئے وہاں
جا کر دیکھا کہ گاؤں تو پاکستان کے قبضہ میں ہے اور وہ تمام ملٹری کے سپاہی بغاوت

سینکڑوں کی تعداد میں

دشمن سے جا ملے تھے دیکھ لو ہم سب پہلے بھی سب سے ہندو ہندی بنا رکھے گئے تھے اس کیمپ کا انچارج راجہ ترتیب خان اور راجہ لال خان تھے ہم سب کو کمروں میں بند کر دیا گیا دوسرے روز ہم ہندوؤں سے 500 آدمیوں کو تمام کپڑے اتروا صرف بنیان اور کچھ اپنے دیکر سب کو ایک لائن میں کھڑا کر باری باری زمین پر بیٹھا کے بل لیٹنے کو کہا پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان ظالموں ظالموں نے کلہاڑیوں سے لکڑی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا کاٹ کاٹ پاؤں سے پکڑ گھسیٹ گھسیٹ کر ایک ٹیلے سے نیچے کھڈ میں گرا دیتے گئے جو لوگ زندہ تو رہ گئے مگر ڈر کے مارے ادھر ادھر نہیں تھے ان کو بھی مرے ہوئے لوگوں کی طرح کھڈ میں ہی گرا دیا گیا جو صرف زخمی ہوئے تھے مگر مرے نہیں تھے ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا ان کو پکڑ کر بڑی مشکل علی بیگ کیمپ میں جا کر پہنچا دیا گیا رکھا ہوا دھما دھم دھما دھم نام کے مسلمان پر ادھر ادھر سے بچے ہوئے لوگ رکھے گئے جن کے زخمی تعداد 1126 تک پہنچی مجھے اس جگہ ان لوگوں کو راشن دینے کی ڈیوٹی پر لگا دیا گیا اس کا ان مجھے ان لوگوں کی صحیح پوری تعداد معلوم تھی ہم لوگوں کو وہاں سے علی بیگ کیمپ کی طرف لایا گیا وہاں پہنچتے پہنچتے ہم لوگوں کی تعداد صرف 524 رہ گئی تھی کچھ تو زخموں کی تاب نہ لا کر راستے میں ہی مر گئے کچھ کئی روز کے بھوکے پیاسے تھے راستے میں مر گئے اور کئی چلنے کے قابل نہ تھے ان کو کاٹ کاٹ کر راستہ میں پھینک جاتے تھے وہاں پہنچ کر اور سب سے ساتھیوں سے پتہ لگا تھا کہ یہاں ہندوؤں کی تعداد میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں کسی راستہ پر بھی چلتے ہیں تو نہایت بدبو تھی اور تقریباً تمام لاشیں خواہ وہ مردوں کی تھیں عورتوں کی تھیں سب کی سب الف ننگی ہی پڑی دیکھی تھیں ہمیں نے سنایا کہ میں کون کون سے ظلم کی ان ظالموں کے

ظلم کی کہانی سناؤں پیری پنڈت ڈگ پال۔ ٹیکو رنجن ڈاہر۔ راڈ رتن سنگھ۔ مہاشہ کرم چند
یہ تمام لوگ موجود تھے اگر کوئی صحیح قدم اٹھاتے تو شاید ہزاروں لوگوں کی جانیں
اس طرح نہ جاتیں۔ اس علاقہ میں علی بیگ کیمپ کے علاوہ ایک اور بھی کیمپ
بنایا گیا تھا۔ دتال نام کے مقام پر بنایا گیا تھا اس کیمپ کا انچارج ایک
غدار شریر اور اللہ کا نیز دار عبدل عزیز نام کا انچارج تھا جب اس کیمپ میں
چھوٹی چھوٹی جوان کنواری لڑکیاں اور بچے رکھے گئے تھے جب ہی عبدل عزیز کو یہ خبر ملی
کہ غیر ملکی کیمپ میں یا راستہ میں قبائلی پٹھان لوگ لڑکیوں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی
کوشش کر رہے ہیں تو یہ اللہ کا بندہ عبدل عزیز ان درندوں کے چنگل سے ان
لڑکیوں کو نکال مینڈ کیمپ سے اٹھا اس کیمپ میں پر قیمت کے جا رہے سب
لوگوں کے کھانے پینے کا رکھا انتظام تھا غنڈوں نے کئی بار اس کیمپ میں گھسنے
کی کوشش کی مگر عبدل عزیز نے کسی بھی غنڈے کو اپنے کیمپ میں نہیں گھسنے دیا
جب اس کیمپ سے نکل کر لڑکیاں اور بچے جموں گئے تو سب نے عبدل عزیز کی بہت تعریف کی
علی بیگ کیمپ ایک گوردوارہ میں بنایا گیا تھا گوردوارہ کو ان غنڈوں نے پہلے ہی جلا
دیا تھا بہت سے لوگ بھوکے پیاسے اور سردی کی وجہ کے کارن مر جاتے ان کو یہ شیطان
جس طرح مردہ جانور کی لاش پھینکی جاتی ہے پھینک دیتے ہیں رہتے تھے ہوئے دیکھی کی لاش
پھر بہت سارے بکرے گھسیٹتے ہوئے لے جا کر نالے میں پھینک آتے اور رات کو کچھ غنڈے
لوگ کیمپ میں داخل ہو کر کسی بھی نوجوان لڑکی کو زبردستی اٹھا لیتے لڑکی کے ماں باپ
کے سامنے باہر لے جاتے لڑکیوں کے رونے چلانے کی آوازیں لوگوں کو بہت دکھی
کرتیں۔ ایک دن اس کیمپ میں سردار ابراہیم ایک جو میرپور کا ہی رہنے والا تھا آیا
کیمپ میں چکر لگانے کے بعد اپنے ساتھیوں کو بلا کر کہا اس کیمپ میں بہت سے

پڑھے لکھے لوگ ڈاکٹر اور جیسے اچھے عہدوں کے علاوہ وکیل بھی ہیں
بہتر یہ ہے کہ ان کو جلد از جلد ختم کر دو ورنہ ریڈ کراس والے لیڈر ان لوگوں کو یہاں
سے نکال ہندوستان لے گئے تو یہ لوگ ہمارے کیمپ اور ہم لوگوں پر طرح طرح
کے الزام لگا کر ہمیں بدنام کریں گے سب نے وکیل سید عبدالابراہیم کی بات مان
کر دوسرے روز دن نکلتے ہی تھانیدار حیدر کیمپ میں تکرار دیکر کہا کہ پڑھے لکھے
اور وکیل لوگ سب باہر آ جائیں ہماری سرکار نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اچھی اچھی
نوکریاں دی جائیں گی کیونکہ ہماری قوم میں بہت کم پڑھے لکھے لوگ
ہیں ہم میں کئی نا امیدی ہونے لگی کہ یہ ایک چال ہے مگر ہم سب سے بہت سے پڑھے لکھے
ڈاکٹر اور وکیل لوگوں کو زبردستی کیمپ سے نکال کر باہر لیا پائیں چلے گئے ہم
لوگوں کو معاملہ پتہ پڑ گئے دیکھی سامنے بہت سے پٹھان ہاتھ میں کلہاڑے لئے کھڑے
تھے سمجھ گئے کہ یہ سب ہم کو مارنے کی سکیم ہے اندر پرکاش جی نے آگے جو کچھ ان کو
وہاں سے لگ کسی آدمی جو کلہاڑی کی مار سے بچ گیا تھا مجھے اس سے سن کر
مجھے سنائی جب ہم لوگوں نے دیکھا کہ دشمن کلہاڑے لئے ہمارے موت کو کھڑا ہے
کو ہمیں باہر لے جانے والے ایک آدمی نے کہا تمام لوگ اپنے اپنے کپڑے اتار ایک
لائن میں کھڑے ہو جاؤ ایسا سن کر سری ہربنس لال نے کہا پہلی آپ نے
ہمیں مارنا ہی ہے تو اور ہمیں مار کر ہی آپ خوش ہیں تو بہتر ہے ہمیں گولیوں
سے بھون دو گولوں کا لیڈر بولا اتنی فالتو گولیاں نہیں لوگوں پر خرچ کریں
ہم تم سب کو کلہاڑیوں سے ہی کاٹ کاٹ کر پھینک دیں گے
انہوں نے ہم سب کے کپڑے اتروا ایک لائن میں کھڑا کر جب اللہ ہو اکبر کا نعرہ
لگایا تو ماسٹر ہربنس لال نے بھگوان کرشن نے ارجن کو جو شلوک سنایا تھا وہ پڑھا

شلوک ہم کو سنایا کرتے اس کا ارتھ اس پرکار ہم سب کو سنایا آتما امر ہے یہ
نا یہ تلوار سے چھیدی جا سکتی ہے اور نہ ہی پانی سے گلتی ہے آگ سے جلائی نہیں سکتی
اور نہ ہی ہوا سے سکھائی جا سکتی ہے یہ جسم پہ پرانا چولا چھوڑ نیا چولا دھارن
کریں گے ایسا کہہ ماسٹر نے سب کو رام نام سمرن کرنے کے لیے کہہ اپنی گردن ان
دشمنوں کے آگے جھکا دی کلہاڑی کا ایک زوردار وار اس کی گردن پر ہوا اور اس کی
لاش اس کی ٹھنڈی نہر میں پھینک دی اسی طرح ایک ایک کر کے لوگوں نے امرناتھ وکیل
شیو لال سرکاری وکیل جگن ناتھ گرگ وکیل، جج انند سروپ، ہربنس لال وکیل
شیام سندر ماسٹر وغیرہ بہت سے اور بھی بڑے بڑے وکلاء اور افسران کو کاٹ کاٹ
نہر میں ڈالتے چلے گئے مجھے سب کے نام تو اچھی طرح یاد نہیں مگر ان کے چہرے اور
ان کی شکل صورت کا حلیہ ابھی میں مرتے دم تک نہیں بھول سکتا اس روز 150 سے بھی
زیادہ آدمی پرے دیکھتے دیکھتے ان لوگوں نے کاٹ کاٹ نہر میں ان کی لاشیں
پھینک دیں اتنے میں جب میرا نمبر آیا تو میں نے جب تک دشمن کلہاڑی سے
وار کرتا میں نے نہر میں چھلانگ لگا دی انہوں نے مجھے نہر میں چھلانگ لگاتے دیکھ
ان لوگوں نے مجھ پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی بھگوان کی کرپا سے مجھے ایک
بھی گولی نہیں لگی میں تیرنا جانتا تھا ڈبکی لگا لگا میں دشمن کی زد سے باہر نکل کر
دور چلا گیا جب اور نہر کے کنارے بے ہوش پڑا رہا جب مجھے ہوش آیا تو
پتہ چلا کہ میں لگاتار دو دن سے یہاں ریت میں بیہوش پڑا ہوا ہوں اچانک شام کو
ایک اللہ کا بندہ ایک فقیر میاں نہر کے کنارے آیا اس نے مجھے بیہوشی کی حالت
میں دیکھا پہلے تو یہ سمجھا کہ یہ کوئی مردہ ہے مگر میری چھاتی پر ہاتھ رکھ اس نے مجھے زندہ
جان اٹھا کر اپنی کٹیا میں لا کر مجھے کٹیا میں جل رہی آگ کے پاس لٹا مجھ پر

اپنا چولہ ڈال کر میری جان بچا لی اور کئی روز مجھے اپنی کٹیا میں حفاظت سے رکھا
جب فقیر کو یہ خبر ملی کہ علی بیگ کیمپ سے میں رکھے بچھڑے ہندوؤں کو لینے کیلئے
ریڈ کراس والے آ رہے ہیں تو مجھے وہ فقیر کیمپ میں لا کر چھوڑ گئے
بعد میں وہاں کیمپ میں آئے لوگوں کی زبانی سنا کہ لگاتار 3 روز تک سو سو دو
سو دو سو آدمیوں کا قتل کیا جاتا رہا مگر چوتھے دن قتل عام بند ہو گیا
کہتے ہیں کہ ہندو دھرم کے حساب سے کفن اتارنا بہت بڑا گناہ ہے مگر ان لوگوں نے
سب کے جسم کے کپڑے اتروا کر ہی کلہاڑی سے کاٹا کسی کے سر پر پگڑی تھی وہ اتار
لی گئی کسی نے سویٹر پہن رکھا تھا وہ اتار لیں بلکہ کچھ اور پاجامہ تک
بھی کسی کے پاس نہیں رہنے دیا ~~انکا ظلم نہ زندوں میں کچھ چھوڑا~~
~~نہ مردوں پر کفن چھوڑا~~ دشمن نے پیر پور، رام پور اور راجوری سے اربوں روپیہ
کا دھن اور زیور لوٹے مگر پھر بھی ان کا پیٹ نہیں بھرا

ان وحشی درندوں نے نہیں اپنا چلن چھوڑا
نہ زندوں میں کچھ چھوڑا نہ مردوں پر کفن چھوڑا

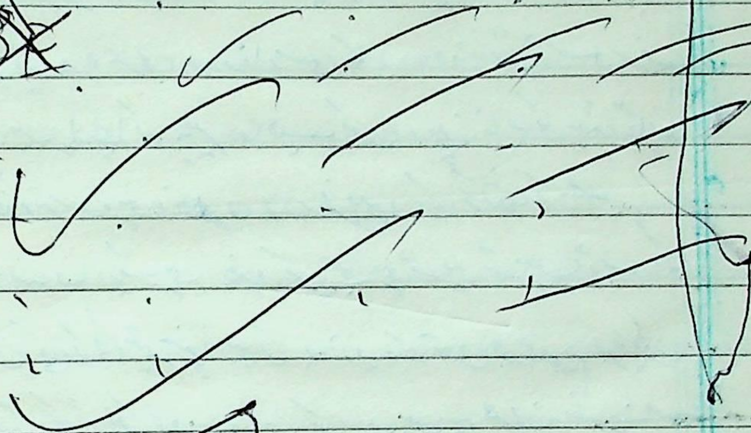
اس سے پہلے بھی آپ نے کھڑی نام کے گاؤں میں یہ پڑھا تھا کہ راجہ پرسن سنگھ
اپنی بندوق سے اپنی لڑکیوں اور عورتوں کی عزت بچانے کی خاطر انکی بلی چڑھا رہے تھا
اور دوسری طرف اسی مکان کی چھت پر ٹھاکر ... ہمارا حفیظ اپنی بندوق سے
دشمنوں کو مار مار کر انکی لاشوں کو ڈھیر لگا رہے تھا جب ہمارا ... ختم ہو گئے تو دشمن
حملہ کر کے جن کی گنتی نہیں کی جا سکتی تھی مگر بدقسمتی سے دشمن کی ایک گولی پچھلی طرف
سے انکے سر پر لگی وہ گر پڑے اور انکو گرتے دیکھ انکا بیٹا ... جھٹ اپنے باپ کی بندوق
اٹھا دشمن پر اندھا دھند گولیاں برسانے لگا مگر اکیلا شیر کہاں تک بے شمار دشمنوں

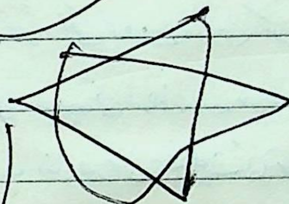
بہت لڑ کر
کا مقابلہ کر سکتی تھی اچانک ایک گولی اس بچے کی پیٹھ لگ گئی مگر مرتے مرتے بھی اس
بچے نے دو جنوں دشمن مار گرائے تھے اپنے بھائی کو مرتے دیکھ اسکی بہن
شکنتلا جو سب کچھ اس کی جانثارہ تھی اسکی عمر بھی ۱۷ سال سے زیادہ نہ تھی
بھائی کو مرتے دیکھ کالی کا روپ بنا اس نے اپنی بندوق کی گولیوں کی برسات
دشمن پر لگانی شروع کر دی اچانک ایک گولی اس بچی کی ٹانگ پر آ کر لگی
وہ وہیں آنگن پر پڑی تھی وہاں پر کھڑے آدمیوں نے اسکو اٹھا کر ہسپتال
میں لے گئے دشمن جو سینکڑوں زیادہ تھے انہوں نے بھی اس لڑکی
کی بہادری کی تعریف کی۔ میرپور کے لوگوں جگہ جگہ اپنی بہادری اور جوانمردی
کے جوہر دکھائے جو لوگ چل نہیں سکتے تھے ان کو پکڑ کر ان ظالموں نے یا تو
مار دیا یا پھر ان کو مسلمان بننے پر مجبور کیا۔ توکل چند نے جب اپنی لڑکی
کو دشمن کے قبضہ میں دیکھا کہ ابھی اس کی عزت بچنی ناممکن ہے تو دشمنوں کے سامنے
ایک نوجوان ملٹری کا کرنل جس کا نام اکبر تھا آیا اور توکل چند جو اپنی بیٹی
کی مجبوری پر بیٹھا رو رہا تھا کو کہا۔ اگر تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے
کر دو تو ہم تم سب کو زندہ چھوڑ دیتے ہیں توکل چند نے اپنی لڑکی جس کا
نام عبلا تھا اس کی شادی اس اکبر نام کے کرنل سے کر دی وہ اس کو
اپنی دلہن بنا اپنے گھر لے گیا۔ رات کو عبلا جس کا نام اب اس مولوی نے
جب کی شادی مسلم رسومات کے مطابق اکبر سے کرائی تھی اس کا نام شاہین
رکھا تھا تھل تو شاہین نے رات۔ اپنے خاوند اکبر سے کہا کہ میں نے خوشی سے
تمہارا دھرم قبول کر اسلام دھرم گرہن کر اور آپ کے رشتہ داروں اور
مولوی کے سامنے تمہیں اپنا خاوند قبول کیا ہے مگر پھر مگر میرے جسم کو

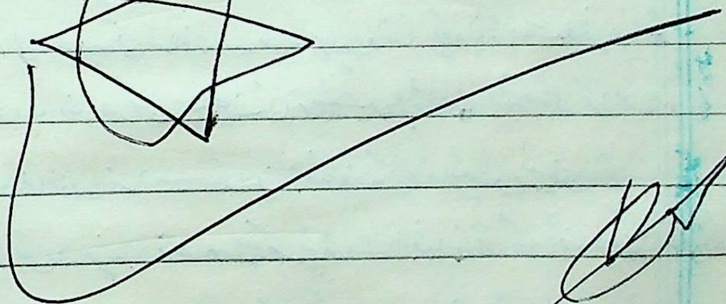
جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہاتھ لگانے سے پہلے میری ایک شرط پوری کر دو پھر میں
ساری زندگی عمر آپکی باندی بن کر آپکی رفیقہ حیات کی طرح خدمت کرونگی
اکبر چونکہ زرینہ کی خوبصورتی اور اسکی بے باکی کا قائل ہو گیا تھا بولا
کونسی شرط شاہین نے کہا مجھے بھی بندوق چلانا سکھا دو میں بھی تمہاری طرح
ایک اچھی نشانہ باز بننا چاہتی ہوں کرنل کی بیوی بننا چاہتی ہوں کرنل بولا وہ
کس لیے میرے ہوتے تمہیں کیا خطرہ ہے شاہین نے کہا آپ فوجی افسر ہیں ان
حالات میں آپکی ڈیوٹی کہیں بھی لگ سکتی ہے اس وقت میں آپ کی غیر حاضری
میں میری عزت پر کوئی ہاتھ ڈالنے یا مجھے اٹھا کر لیجانے کیلئے کوئی آئے یا میں اپنی جان
ہی آ گئی تو پھر کیا ہوگا اکبر پر زرینہ کی باتوں کا بہت اثر ہوا زرینہ
نے شاہین کو بندوق چلانا سکھا دیا اچھی نشانہ باز بنا دیا ایک دن کرنل
کو سرکاری ڈیوٹی پر کہیں دور جانا پڑا ۴/۵ دن وہ گھر نہ آ سکا [illegible]
میں ایک فوجی افسر کرنل کے گھر کی طرف آیا [illegible] لڑکی نے بندوق
چلا کر افسر کو ڈھیر کر دیا۔ تھوڑے دنوں بعد جب کرنل خوشی خوشی گھر
کی طرف آ رہا تو جیسے ہی صحن کے [illegible] میں [illegible] بیٹھا کا فون [illegible] رہا تھا
چونکہ ظاہری طور تو زرینہ نے اسلام مذہب قبول کر لیا تھا مگر دل [illegible] میں
ہر سے جو اللہ سلامتی رہی تھی جب بندوق نکال کرنل کا فون کر [illegible] بندوق
کو اپنی کنپٹی پر رکھ اپنی بھی بلی چڑھا دی مگر جیتے جی اپنے جسم پر کسی غیر مذہب
کے آدمی کا ہاتھ نہ لگنے دیا۔ ادھر جموں میں [illegible] کا [illegible] جیوں کا ایک
لگا یا گیا [illegible] میں [illegible] سے [illegible] زیادہ تعداد [illegible] عورتوں اور بچوں کی
تھی عورتیں زیادہ تر بیمار تھیں اور بچے تڑپ تڑپ کر بھوک سے [illegible]

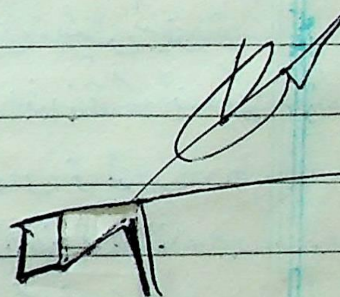
بن چکے تھے اور اس علی بیگ کیمپ میں اور یہاں تک کہ بھی ان بچوں کو اپنا پاخانہ
خود اپنے ہی ہاتھوں سے صاف کرنا پڑتا تھا تعلیم منتریوں ایک دن ہندوستان
کا پردھان منتری پنڈت جواہر لال نہرو شیخ عبداللہ کو ساتھ لے اس کیمپ کا
معائنہ کرنے آیا تھا پنڈت جواہر لال کو دیکھ بہت سے لوگ آئے آکر پنڈت
سے کہنے لگے آپ نے علی بیگ کیمپ سے لائی گئی عورتوں اور بچوں کی حالت
تو دیکھ ہی لی ہے اب آپ کو ایک اور اس علی آزادی کی سوغات دکھائیں
میں اصل یہی تو ہندو پریوار میں بہت بڑے اہم گھرانے کی عورت تھی
جبکہ پریوار کے تقریباً تمام ممبران دشمنوں نے گولیوں اور کلہاڑیوں سے
کاٹ دیئے تھے جب کہ منے بچے جو بالکل بچے ہوں کا دودھ پی رہے تھے تو اٹھا کر
نیزہ سے کر ان کو لٹکا دیئے اور کہا یہ ہے ہماری آزادی کا تحفہ آپ کے
بچوں اور مہاتما گاندھی کے بیٹوں نے ہم جیسے پریوار والوں کی ایسی دشا
بنا دی ہے یہ تو صرف دو ہیں اور علی بیگ کیمپ میں اب بھی 3600 کے قریب
لوگ ان جانوروں کی طرح برداشت کر رہے ہیں نامعلوم ان میں سے اب تک کتنے
زندہ بچے ہوں گے کیونکہ وہ لوگ اس کیمپ میں ان ریفیوجیوں کو کھانے کے لئے جو راشن
دیتے ہیں اس آٹے میں چونا اور پسا ہوا کانچ ملا ہوتا ہے تاکہ یہ فوراً خود
مر جائیں اور ہم پر ان کو مارنے کا الزام نہ لگے یہ سب دیکھ آپ کے بھائی
جی کو آپ بار بار کہتے تھے پنڈت شیخ بھائی بھائی ہم دو دھوکے باز
کی کمزوری نہیں جانتے ہم ایک دوسرے کے بعد ہی دو بن گئے تم جو لاکھ
جہاں پر رہ رہے ہیں دیکھ رہے ہیں مہاتما گاندھی نے کبھی کہا تھا راج بدلتا ہے
تقدیر نہیں بدلتی اور دیدی کی اس بات کا تقدیر پر نہیں دست پنڈت نہرو

جب ہی وہ گوردوارہ کے بڑے دروازے کو توڑ اندر آ گیا تو دیکھا عجب اس کے
آدمیوں کے ہاتھوں بندوقیں، تلواریں، چھرے تھے سب لوگ ان کی شکلیں دیکھ
کر تھر تھر کانپنے لگے۔ اچھو گوردوارہ کے اندر کے آدمیوں کی
شکل دیکھ کر عجب سے پنڈت لچھو ناتھ نام کا ایک کھتری بیٹھا ہے جو اپنی
کے طرف آ کر کھڑا ہو گیا وہ عربی اور فارسی کا ودوان تھا اس نے
پیر والی سے فارسی میں پوچھا کہ پیر صاحب کیوں اپنے نام کو بٹہ لگا رہے
ہو پیر وہ ہوتا ہے جو خدا ترس ہو مظلوموں اور غریبوں کی رکشا کرے
اس کی نظر میں ہر انسان ایک ہی خدا کے بچے ہوتے ہیں اس کی
نظر میں ہندو مسلمان کی کوئی تمیز نہیں ہوتی یہ آپ کے شاگرد جو معصوم لڑکیوں
کے ساتھ وحشیانہ سلوک کر اُنکی عصمت دری کر رہے ہیں یہ قرآن شریف میں
کہاں لکھا ہے کیا یہ سب کچھ آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے اتنا کہہ پنڈت لچھو ناتھ
نے درباسا کا رشی کا روپ بنا قرآن شریف کی آیتیں پڑھنی شروع کر دیں
ایک ہندو کے منہ سے مسلمانوں نے جب قرآن شریف کی آیتیں سنیں تو
پیر اور اس کے تمام ساتھی دہشت زدہ ہو کر پنڈت لچھو ناتھ کا منہ دیکھنے
لگے پنڈت جی نے کہا پیر صاحب آپ جس مقصد کو لیکر یہاں آئے ہیں وہ
پورا نہیں ہوگا آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اگر ایک دن خدا کی بارگاہ میں
جا کر اُن کو کیا جواب دیں گے کہ ہم نے دنیا میں بہت نیک کام کئے ہیں
مگر خدا آپ کو جنت تو دور دوزخ میں بھی جگہ نہیں دیگا ہم کو تو اب جا رہی
دیں گے مگر ایک دن آپ کو بھی اس فانی دنیا کو چھوڑنا ہے اتنی دیر میں
ایک پر بھتری نام کی کھتری برہمن عورت ہاتھ میں ایک پھلا لیکر دوڑتی ہوئی

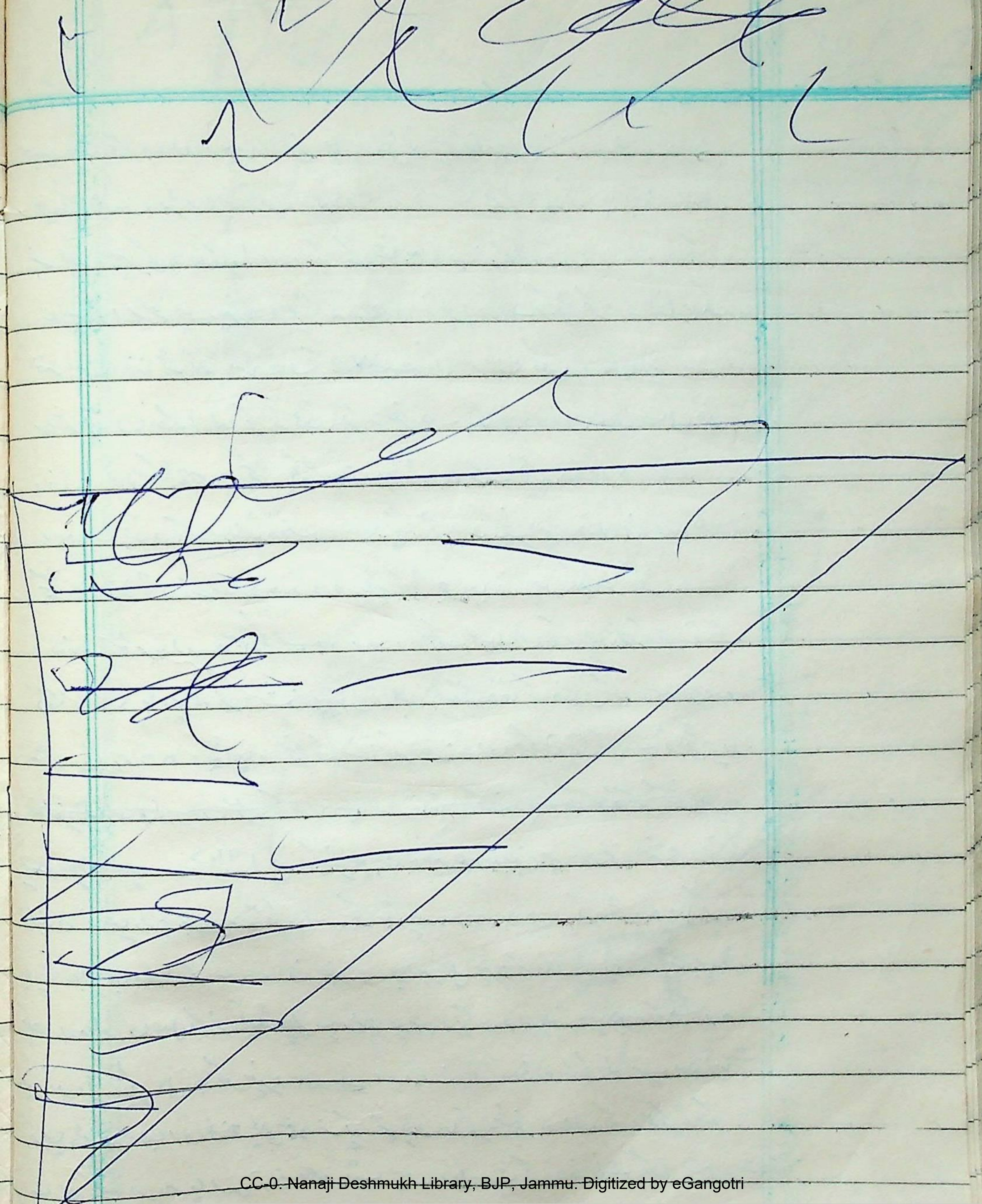




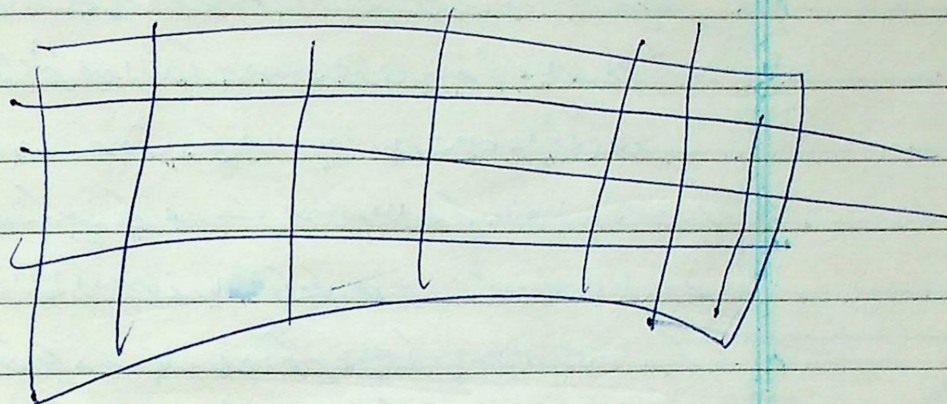


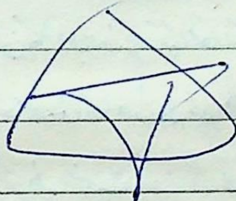


جب یہ گوردوارہ میں داخل ہونے لگی تو ہیر کے حامیوں نے اس عورت سے
تھیلا چھین بڑی بے رحمی سے مار مار کر اسکا برا حال کر دیا۔ پنڈت جی
نے پھر ہیر کو دھتکارا اور کہا کہ شاید آپ نے اکبر بادشاہ کا
نام تواریخ میں پڑھا ہوگا وہ بھی دنیا بھر کی دولت اکٹھی کر رہے تھا لیکن
قبر میں دفنائے گئے مردوں کے [illegible] کی قبر سے کھود کر انکے منہ سے
رشوتیاں نکلوا لیا کرتا تھا مگر پھر جب گئے تو دونوں ہاتھ خالی تھے
ان باتوں کا ہیر پر کچھ اثر ہوا وہ اس گوردوارہ سے
اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ آرسو کے شہر میں مسلمان تھانیداروں نے
ہمیشہ پنڈتوں کے ساتھ وہ ظلم کئے جو بیان نہیں کئے جا سکتے
سنہ ۱۹۴۷ء اور اس سے پہلے اور یہاں تک کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وقت بھی آتے
تھانیدار بار بار یہ مسلمان پنڈتوں کو بھی آتے تھے مگر وہاں کی مسلمانوں اور
سکھوں پر وہ ایسا جبر کیا کہ شکایت کرنے والوں کی آواز کا اثر نہ رکھتے تھے
~~خط ... بادشاہ ... [illegible]~~
یہ حسب ضابطہ ۱۹۴۷ میں شہر سے لالہ مہر چند مہاجن پردھان منتری تھے
انہوں نے مہاراجہ ہری سنگھ کو ریاست کی تباہی سے بربادی دیکھ مشورہ دیا کہ
بہت جلد بھارت کے پردھان منتری جواہر لال نہرو کے پاس ریاست کے بچاؤ
کیلئے امداد حاصل کرنے کیلئے چلو مہاراجہ ہری سنگھ لالہ مہر چند مہاجن کے مشورہ
پر ہوائی جہاز لیکر دلی جا کر نہرو سے ملے اور ان سے درخواست کی کہ بہت جلد ریاست
کو بچانے کیلئے فوج بھیجی جائے تب نہرو نے کہا ہم پہلے جا کر شیخ محمد عبداللہ کو رہا کر کے انکو
ساتھ لے کر پھر ہمارے پاس آؤ تب میں ریاست کی حفاظت کیلئے فوج بھیجوں



کے لیئے فوج بھیجو ورنہ کام بگڑ جائے۔ اسی جہاز پر مہاجن سری نگر آ کے شیخ کو ملے
سے مل کر اپنے ساتھ لے پنڈت نہرو کے پاس گئے نہرو نے کہا سب سے پہلے
مہاراجہ ہری سنگھ کی جگہ شیخ محمد عبداللہ کو پردھان منتری بنانے کا اعلان کرو تب
بھارت کی سینا ریاست کے لوگوں کی امداد کیلئے ریاست میں جائیگی اور
دوسرا اپنی ریاست کو ہمیشہ کیلئے بھارت کے ساتھ ملانے کی دستاویز پر دستخط کرو
چنانچہ 26 اکتوبر 1947 کو مہاراجہ نے ریاست کو مکمل طور بھارت کے ساتھ شامل کرنے
کیلئے اقرار نامہ تحریر کر دے دیا 26 اکتوبر 1947 کو ریاست اور بھارت کے
درمیان معاہدہ ہوا اور 27 اکتوبر 1947 کو ہندوستانی فوج کا پہلا
دستہ سری نگر ہوائی اڈہ پر اترا خوش قسمتی سے ہوائی اڈہ اس دن
تک دشمن کے قبضہ میں نہیں آیا تھا اگر ہوائی اڈہ دشمن کے قبضہ میں آ گیا
ہوتا تو پھر کشمیر بھی ہاتھ سے جاتا پر بھی دشمن کا قبضہ ہو گیا تھا اگر 2 دن اور بھی فوج
دیر سے آتی تو ہوائی اڈہ سے دشمن کا قبضہ چھڑوانا مشکل ہو جاتا
27 اکتوبر 1947 فوج کا پہلا دستہ کرنل رنجیت رائے کی کمان میں کشمیر میں داخل
وہ فوجی جوانوں کا دستہ تھوڑا تھا [illegible] اور وہ تمام فوجی سکھ رجمنٹ کے تھے
ہوا بھارتی فوج نے ایک دم دشمن پر حملہ بول بارہمولہ۔ حملہ بول پر ہم دو شاہر
قبائلیوں سے یہ علاقہ خالی کروا لیں بھارتی فوج فتح پہ فتح حاصل کرتی آگے ہی
اس لڑائی میں کرنل رنجیت رائے شہید ہو گئے
آگے بڑھنے لگی مگر ریاست کی بدقسمتی نہیں بلکہ پورے بھارت کی بدقسمتی
کہ بھارتی فوجیں ابھی اوڑی تک ہی پہنچی تھی کہ مرکز کی طرف سے حکم آ گیا
کہ پنڈت نہرو نے U.N.O کی سیز فائر کی شرط منظور کر لی ہے فوج جہاں ہے
وہیں رک جائے اس وقت بھارتی فوج کی کمان K.M کریاپا کے ہاتھ
میں تھی وہی بھارتی فوج کے کمانڈر ان چیف تھے وہ دہلی پہنچ کر





ہندوؤں نے تب بھی دو دفعہ چاہا کہ جموں کو ادھر نہ روکا جاتا تو یہ ریاست کا چپہ چپہ دشمن سے خالی
کروا لیتے۔ جب مہاراجہ ہری سنگھ نے ریاست مکمل طور پر بھارت میں شامل کر دی اور یہاں کا پردھان
منتری شیخ عبداللہ کو بنا کر خود بمبئی چلے جانے کا پروگرام بنا کر اپنی دھرم پتنی مہارانی تارا دیوی سے
یہ کہا کہ میں سدا کے لئے ریاست چھوڑ کر جا رہا ہوں کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گی یا یہاں ہی
رہنا پسند کریں دونوں نے مہاراجہ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا مہاراجہ بھی اپنی ضد پر چلے
گئے اس کے بعد پنڈت نہرو نے مہاراجہ ہری سنگھ سے کئی بار ملنا چاہا لیکن ہری سنگھ نے نہرو سے ملنے
سے صاف انکار کر دیا ساری زندگی نہ ہی اپنی دھرم پتنی کو اور نہ ہی فرزند کرن سنگھ
کو کبھی ملنے دیا۔ اپنی وصیت میں مہاراجہ نے لکھا کہ میری استھیاں دریائے توی میں
وسرجن کی جائیں اور دریائے توی کے کنارے میری سمادھی بنائی جائے۔ لیکن ان کی رعایا
بیچاری غریب سے بے زاری اپنے پرپوتے کے جنم کے بعد تک ان کی استھیاں ہی دوار وسرجن
کرنے کی سدھ بدھ نہیں رکھتا پھر بھی استھیاں دریائے توی میں وسرجن کرنے کے بعد
برسوں میں ایک پرتھا بن جائیگی کہ یہاں توی میں ہی استھیاں وسرجن کریں
دل فتح آباد گوجر اور سکھ اور ڈوگرہ قاتلوں سے دیہاتوں کے لوٹ جن میں
سکھ قوم کی تعداد بہت زیادہ تھی وہ اپنے قاتلوں کی بربادی کے بعد کسی قدر
کیمپ کیمپوں میں ہی بسنا چاہتے تھے تو سکھ ہی وہی آباد ہو کر اپنی زمین میں آ کیمپ سے
ملتا ہے مگر شیخ عبداللہ نے ان کی ایک ہی نہ سنی ان کو مجبور پرادھن اور
ریاست کے باہر جا کر بسنے کیلئے پنڈت نہرو کے ساتھ سازش کر کے نکال دیا
یہی ان لوگوں کی مرضی ہو جاتی تو شاید بچ جاتے لیکن یہ وہی لکھی قسمت ان کی جو ہار گئی
جنہوں نے بیماری میں بدل جاتی مگر ہمارے دیش کی بدقسمتی کہ شیخ کی
یہ چال کامیاب ہو گئی

آخر میں ناظرین کو ایک بار پھر یہ عرض کر دوں کہ میں پورا احساس رکھتا ہوں کہ چند پوں (1)
مظفر آباد - راجوری - دھیرا بنالہ و دیگر جگہوں کے شہروں اور دیہاتوں کے رہنے
والے لوگوں پر جو ایسا جابرانہ ظلم ہوا ان کی تمام تر بربادی داستان میں نے اندر پوری طرح
سچی کی زبانی اور کچھ باہر دیگر جن پر یہ آپ بیتی گزری ان سے سن کر جمع کیا ہے
پھر بھی جو میں نے چھوٹے چھوٹے واقعات کے تذکرے کیے ہیں ان میں کمی ہو سکتی ہے ان تذکروں کو
پڑھنے اور لکھنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معافی کا خواستگار ہوں

مصنف ساکن محلہ پکھے 51 B.D گاندھی نگر جموں

